وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا

ضیاء الاسلام

شیخ الاسلام مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ

مرتبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارہ مسعودیہ کراچی

حرف اوّل

﴿ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ﴾

مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) عالم اسلام کے مشہور و معروف عالم و عارف ہیں۔ آپ کی پاکیزہ اور برگزیدہ شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ تقریباً ایک صدی قبل آپ نے عقائد و عبادات اور اخلاق سے متعلق طلبہ کیلئے تین رسائل (۱) مظہر العقائد (۲) ارکان دین (۳) مظہر الاخلاق' تصنیف فرمائے تھے جو ۱۹۱۲ء میں دہلی سے شائع ہوئے تھے۔ چونکہ مجموعی طور پر یہ رسائل نہ صرف جوانوں کیلئے بلکہ بزرگوں کیلئے بھی مفید ہیں اس لئے راقم نے تینوں کو یکجا کر کے اس مجموعہ کا نام **ضیاء الاسلام** تجویز کیا ہے تاکہ قارئین کرام کو ایک ہی جگہ اسلام کے بارے میں ساری ضروری باتیں میسر آجائیں۔ بعض رسائل میں اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

اسوقت مسلمانوں کے عقائد متزلزل ہو رہے ہیں، وہ عبادات سے غافل ہو رہے ہیں اور اسلامی اخلاق سے عاری ہو رہے ہیں گویا بشری خوبیوں سے محروم ہو رہے ہیں اس لئے ضیاء الاسلام کی اشاعت وقت کی اہم ضرورت ہے بلکہ دوسری زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہوجائیں تو بہت مفید ہوں گے۔ بفضلہٖ تعالیٰ عزیزہ فاطمہ مسعودی (لاہور) نے کام کا آغاز کردیا ہے اور مظہر العقائد کا انگریزی ترجمہ مکمل کرلیا ہے۔ ارکان دین کا انگریزی ترجمہ جناب قدیر محمد قریشی (سیشن جج) نے مکمل کرلیا ہے۔ مظہر الاخلاق کا ترجمہ فاطمہ مسعودی کررہی ہے۔ اِن شاءاللہ یہ تینوں ترجمے لائٹ آف اسلام کے نام سے شائع ہوں گے۔

الحمدللہ! اِدارہ مسعودیہ کراچی ضیاء الاسلام کی اشاعت کی سعادت حاصل کررہا ہے۔ یہ ادارہ ۱۹۹۲ء میں قائم ہوا اور مختصر مدت میں تقریباً ۶۰ کتابیں شائع کرچکا ہے۔ جو ایک لاکھ سے زیادہ تعداد میں چھپ چکی ہیں۔ مولائے کریم ادارہ کے اراکین و معاونین کو استقامت کے ساتھ ساتھ اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین رحمۃ اللعالمین وعلیٰ آلہ و ازواجہ وصحبہ وسلم

احقر محمد مسعود عفی عنہ

۲/۱۷۔اے سی پی۔ای۔سی۔ایچ سوسائٹی۔کراچی سندھ

۱۸ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹ نومبر ۱۹۹۷ء

فهرس

(۱) عقائد

(۲) عبادات

(۳) اخلاق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۱) عقائد

ابتدائیہ

واضح ہو کہ جو باتیں دین کی اصل سے متعلق ہیں ان کو عقائد کہتے ہیں۔ اس میں اللہ کی ذات وصفات اور دوسری معلومہ باتوں کو ثابت کرنے کے متعلق گفتگو ہوتی ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ ہر انسان اپنی تحقیق سے خدا اور اس کے دین کو پہچانے اور آنکھیں بند کر کے بغیر سوچے سمجھے دین کی پیروی نہ کرے۔

خدا تعالیٰ نے ہم کو پانچ قوتیں دی ہیں یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کی قوتیں۔ بہت سی باتیں ان کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں لیکن بہت سی ایسی باتیں بھی ہیں جو ان قوتوں سے معلوم نہیں ہوتیں، جیسے یہ بات کہ یہ دُنیا ہمیشہ سے نہیں ہے تو ایسی چیزوں کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے تاکہ معلوم چیزوں کے جوڑ توڑ سے ہم نا معلوم باتیں دریافت کرلیں۔

بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کو نہ حواس معلوم کر سکتے ہیں اور نہ عقل، تو اس کے معلوم کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے ان دو ذرائع سے ایک ایسی ہستی کو معلوم کرلو جس کا جھوٹ بولنا ممکن نہ ہو اور جس کو جھوٹ بولتے کبھی کسی نے نہ دیکھا ہو پھر جو کچھ وہ بتادے اس کو ایسا سمجھو کہ جیسا تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ اب ایسی چیز اللہ کی ذات ہے جس کو ہم نہ حواس سے معلوم کر سکتے اور نہ عقل سے سمجھ سکتے ہیں۔ البتہ ان دو ذریعوں سے اس کے آثار اور نشانیوں کا پتا لگا سکتے ہیں اور اس مقام پر پہنچ سکتے ہیں جہاں ذرا سی ہدایت سے منزل تک پہنچ جائیں اور یہ ہدایت اس کے رسولوں سے مل جاتی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ اپنے معجزات دیکر بھیجتا ہے ورنہ تو ہر کس و ناکس نبوت و رسالت کا دعویٰ کرسکتا ہے۔

مثلاً ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوسرے بہت سے معجزات کے علاوہ بے داغ سیرت مبارک اور قرآن کریم دے کر بھیجا۔ ایسی بے داغ سیرت کا وجود یقیناً ایک عظیم معجزہ تھا جس نے تمام اہل عرب اور بعد میں سارے عالم کو متاثر کیا اور معجزۂ قرآن نے ان کے زبان دانی کے فخر کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور وہ بے ساختہ بول اُٹھے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں، یہ تو ربّ کا کلام ہے جو کسی فرشتے کے ذریعے آیا ہے۔ یہ یقیناً سچا ہے کہ لانے والا بھی ایسا سچا ہے کہ اس نے کبھی دنیاوی معاملے میں بھی جھوٹ نہ بولا، پھر یہ دین کے معاملے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟

مذہب

سوال......بعض لوگ کہتے ہیں کہ مذہب کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیا یہ لوگ حق پر ہیں؟

جواب......حقیقت میں مذہب سے اس وقت بیزاری کا اظہار کیا جاتا ہے جب مذہب کو اس صورت میں پیدا کیا جاتا ہے کہ اس کو ہماری ضرورت ہے اور ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ سچا مذہب تو وہی ہے جس کو انسان کی ضرورت نہ ہو بلکہ انسان کو اس کی ضرورت ہو۔ مشرق و مغرب کے مفکرین اور انقلابیوں کے حالات پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ان سب نے دین توحید اسلام سے استفادہ کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ انسان کو مذہب کی کتنی ضرورت ہے اس لئے مخالفین حق پر نہیں۔

سوال......بعض لوگ کہتے ہیں کہ دہریہ جن کا کوئی مذہب نہیں نہایت کامیاب زندگی گزار رہے ہیں تو پھر مذہب کی کیا ضرورت رہی؟

جواب......یہ خیال غلط ہے کہ دہریوں کا کوئی مذہب نہیں۔ دراصل مذہب ان افکار و خیالات کے مجموعہ کا نام ہے جن پر زندگی کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ یہ بنیاد کسی نہ کسی شکل میں دہریوں کے پاس بھی ہے، سو یہی ان کا مذہب ہوا۔ اسی کیلئے وہ جیتے ہیں اور اسی کیلئے وہ مرتے ہیں۔ کسی مشترکہ دستور العمل کے بغیر ترقی کرنا تو کجا زندہ رہنا مشکل ہے۔

اصل میں دہریہ لوگ وہ احسان فراموش ہیں جو مذہب کے افکار و خیالات سے فائدہ تو حاصل کرتے ہیں مگر اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے اصول و ضوابط میں احادیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آیاتِ قرآنی کے ہو بہو ترجمے تک مل جائیں گے لیکن چونکہ یہ باتیں انہوں نے نقل کی ہیں اس لئے انہیں کی سمجھی جاتی ہیں اور ترقی کا اصلی راز عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے۔

نیکیوں اور انسانی فائدوں کا علم دو طرح ہوا ہے۔ ایک مذہب کے ذریعہ اور دوسرے تجربے کے ذریعہ، لیکن دراصل یہ مذہب ہی ہے جس نے سب سے پہلے انسان کو نیکیوں کی طرف متوجہ کیا پھر اس نے تجربے کی روشنی میں اس کو پرکھا اور صدیوں بعد اس کی حقیقت آشکار ہوئی۔ اب اگر کوئی انسان نیکیوں کو اپناتا ہے تو غیر شعوری طور پر مذہب کو اپناتا ہے، خواہ وہ مانے نہ مانے مگر وہ مذہب کا احسان مند ہے۔

سوال......یہ جو کہا جاتا ہے کہ مذہب میں عقل کو دخل نہیں، تو کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب......کم سے کم مذہب اسلام کیلئے یہ بات صحیح نہیں کیونکہ اس کی بنیاد حکمت پر ہے۔ ہاں اگر اس اعتبار سے یہ بات کہی جائے کہ عقل جس بات کو صدیوں میں دریافت کرتی ہے، وحی آن کی آن میں بتا دیتی ہے اسلئے عقل پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے تو صحیح ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ کہے ہوائی جہاز موجود ہے کار میں نہ جایئے، تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ منزل تک کار میں نہیں پہنچ سکتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جب ایسا ذریعہ موجود ہے جو آن کی آن میں پہنچا دے تو کیا ضرورت ہے کہ وقت بھی ضائع کریں اور تکلیف بھی اُٹھائیں۔

سوال......بعض لوگ کہتے ہیں کہ مذہب اندھی تقلید کا نام ہے' کیا یہ بات دُرست ہے؟

جواب......اندھی تقلید کے بغیر تو زندگی میں چارہ نہیں۔ دنیا کے بے شمار ملکوں اور شہروں کو اپنی آنکھوں سے کس کس نے دیکھا ہے لیکن سب ہی یقین کرتے ہیں اور کوئی نہیں کہتا کہ پہلے دِکھاؤ تب مانیں گے۔ اسی طرح بہت سے تاریخی حقائق پر بغیر دیکھے یقین کر لیتے ہیں اور بہت سی سائنسی حقیقتوں کو بھی بلا چون وچرا تسلیم کر لیتے ہیں اگر یقین کیلئے دیکھنا شرط ہے تو چاہئے کہ کسی بات کو بھی بغیر دیکھے نہ مانیں لیکن اگر ہم اس پر اصرار کریں تو خود ہمارا وجود مشکوک ہوئے جاتا ہے۔ کس نے اپنے والدین کو بچشم خود دیکھا ہے لوگوں کے کہے پر یقین کر لیا گیا ہے۔ اس مرحلے پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگر متواتر خبریں ملیں اور سچی شہادتیں میسر آجائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دیکھنے پر اصرار کیا جائے یہ اندھی تقلید نہیں دانشمندی ہے۔ پھر جب ہم اتنے فراخ دل ہیں کہ جھوٹے سچے لوگوں کی اطلاعات پر بھروسہ کر لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان لوگوں کی اطلاعات پر یقین نہ کریں جن کی سیرتیں بے داغ اور جن کا کردار آفتاب کی طرح روشن اور تابناک ہے۔ صرف اس ایک طفلانہ ضد کی وجہ سے کہ جو کچھ تم بتاتے ہو ہم نے نہیں دیکھا!

سوال......دنیا میں تو بہت سے ادیان و مذاہب ہیں لیکن سچا دین کون سا ہے؟

جواب......تخلیق عالم سے لے کر اب تک تو ایک ہی رہا ہے اور وہ اسلام ہے۔ حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت داؤد' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت ایک ہی تھی لیکن ہوا یہ کہ پیغام لانے والے کو یاد رکھا گیا اور اس مرکز علم وحکمت کو فراموش کر دیا گیا جہاں سے پیغام آیا تھا اس طرح ہر نبی اور رسول سے ذاتی چسپیدگی کی وجہ سے مختلف ادیان و مذاہب وجود میں آئے اور اختلاف کی صورت پیدا ہوئی۔

یہ تو دین و مذہب کی بات ہے لیکن اگر دنیا میں ایک بادشاہ اپنے وزیر کا تقرر کرے۔ پھر اس کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا مقرر کرے تو رعایا پر واجب ہے کہ ہر آنے والے کا حکم مانے لیکن اگر اس نے ہر وزیر اعظم سے اپنی اپنی وفاداریاں وابستہ کر لیں اور بادشاہ کو بھلا دیا تو پورے ملک میں انتشار کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے دانائی یہی ہے کہ بادشاہ مطلق پر نظر رکھی جائے ہر آنے والے کا حکم مانا جائے اور ہر جانے والے کا احترام کیا جائے۔

سوال......اسلام کی سچائی اور حقانیت کی کیا دلیل ہے؟

جواب......دلیلیں تو بہت سی ہیں مگر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسلام کی کسی بات کو عقل نے ابھی تک نہیں جھٹلایا بلکہ جوں جوں سائنس ترقی کرتی جاتی ہے اسلام کی تصدیق ہوتی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے جس انداز' جس لب ولہجہ اور جس زبان میں اپنا پیغام تھا وہ بات چودہ سو برس گزر جانے پر اب تک کوئی پیدا نہ کر سکا اور قرآن کے اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا کہ اگر تم سے بن پڑے تو قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔ یہ ایک ایسی انوکھی دلیل ہے جس کی نظیر علم وحکمت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

سوال......دین وشریعت میں کیا فرق ہے؟

جواب......دین سے مراد مذہب وہ بنیادی اصول ہیں جن کی ہر نبی اور رسول نے تعلیم دی ہے مثلاً خدا کی توحید' اس کی صفات' انبیاء کی بعثت' خالص خدا کی عبادت' انسانی حقوق' اخلاق' جزاء وسزا وغیرہ اور شریعت سے مراد وہ جزئیات احکام ہیں جو ہر قوم ومذہب کے زمانی ومکانی خصوصیات کے سبب بدلتے رہے ہیں مثلاً عبادتِ الٰہی کے طریقے اور اعمالِ فاسدہ کے انسداد کی تدابیر وغیرہ۔

سوال......کیا دین اور دنیا الگ الگ ہیں؟

جواب......اس تفریق نے نوع انسانی کو گمراہ کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس فرق کو مٹایا اور یہ بتایا کہ اگر اللہ کیلئے دنیا کے کام کئے جائیں تو وہی دین ہے۔ گویا دین کی حقیقت اخلاص عمل ہے اگر یہ پیدا ہوگیا تو دین ہی دین ہے' ورنہ دین بھی دنیا ہے۔ اسی لئے آپ نے حکومت وسیاست کو دین سے الگ نہ کیا بلکہ دین پر اسکی بنیاد رکھی اور یہ واضح کردیا کہ دین ودنیا الگ الگ نہیں۔

سوال......عبادت کا مقصد کیا ہے؟

جواب......عبادت کا تصور دوسرے ادیان ومذاہب میں کچھ ایسا ہے کہ وہ ایک ایسا عمل ہے جس کی انسان کو نہیں بلکہ خدا کو ضرورت ہے لیکن دین اسلام میں یہ واضح کردیا گیا کہ خدا غنی ہے اور اس کو کسی شئے کی حاجت نہیں، اس لئے عبادت کی ہم کو ضرورت ہے' اس کو نہیں اور جہاں اشارۃً یا کنایۃً اظہار کیا ہے تو دراصل ہماری ضرورت ہی کا اظہار کیا ہے جو کمال شفقت ورحمت ہے۔

قرآن کریم میں ہم سے پہلے دنیا کی بھلائی کی دعا کرائی اور پھر آخرت کی بھلائی' کیونکہ آخرت کی بھلائی دنیا کی بھلائی پر منحصر ہے تو عبادت کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنی دنیا ٹھیک کرلے تاکہ اس کی عاقبت ٹھیک ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت کی مطلق ضرورت نہیں' وہ بے نیاز ہے۔ سورۂ اخلاص میں نیازمندی کی تمام صورتوں کی نفی کردی ہے۔ فرمایا، **وہ ایک ہے** کہ دو ہوتے تو دوسرے کا نیازمند ہونا پڑتا۔ **وہ بے نیاز ہے** کہ نیازمند ہوتا تو حکومت کس طرح چلاتا۔ **نہ اس سے کوئی پیدا ہوا** کہ پیدا ہوتا تو زندگی کے ایک مرحلے پر اولاد کی اعانت کی ضرورت ہوتی۔ **نہ وہ کسی سے پیدا ہوا** کہ ولادت کے پہلے مرحلے میں والدین کی شفقت کی حاجت ہوتی۔ **اس کا کوئی مثل نہیں** کہ مثل ہوتا تو اس کو بنائے رکھنے کی ضرورت رہتی تاکہ نظام عالم میں بدنظمی نہ ہو۔

الغرض اضطراری احتیاجات کی جتنی صورتیں تھیں سب کی نفی فرمادی اور اختیاراحتیاجات کو اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ جو اضطراری احتیاجات سے پاک ومنزہ ہے لامحالہ وہ اختیار احتیاجات سے پاک ومنزہ ہوگا' تو ایسے بے نیاز کو نیازمند کیسے کہا جاسکتا ہے، بلاشبہ عبادت کے سارے فائدے ہمارے ہی لئے ہیں۔

عقیدہ

سوال......عقیدہ کس چیز کا نام ہے؟

جواب......عقیدہ تصورات کا مجموعہ اور فکر کا وہ خاص معیار ہے جس کے ذریعہ ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کوئی خاص عمل اجتماعی طور پر ہمارے لئے مفید ہے یا مضر۔ عقیدے کے وجود میں آنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان میں کسی نہ کسی قسم کا اجتماع شعور موجود ہو جو اس کو ذاتی اغراض اور منافع سے بلند کر دے، کیونکہ قومیں صرف مادی وسائل کی بناء پر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ ان کے اندر فکری اتحاد ضروری ہے۔ یہی فکر جس کا دوسرا نام عقیدہ ہے قوم کی روح ہے۔

خدا اور بندے کے درمیان جو رشتہ ہے اس کا تعلق ذہنی قوتوں اور قلبی حالات سے ہے۔ اسلام میں اسی کو عقیدہ کہتے ہیں۔

☆ اگر یہ تعلق ہمارے جسم وجان اور مال وجائیداد سے ہے تو اس کا نام عبادت ہے۔ یا انسان اور انسان اور دوسری مخلوقات کے درمیان جو تعلق ہے اس حیثیت سے احکام نازل ہوئے۔

☆ تو اگر اس کی حیثیت قانون کی ہے تو معاملہ ہے۔

☆ اگر روحانی نصیحتوں اور برادرانہ ہدایتوں کی ہے تو وہ اخلاق ہے۔

سوال......اسلام میں عقائد کی اصل کیا ہے؟

جواب......اصولی عقیدہ تو خدا پر ایمان ہے پھر پانچوں عقیدے اسی ایک عقیدے کی تشریح وتفسیر ہی کیونکہ سب کا بالواسطہ تعلق خدا ہی سے ہے۔ خدا اصول وقوانین کا سرچشمہ ہے' ہر عمل منشائے ربانی کے تابع ہے اور اسی کے حکم سے ہوتا ہے کیونکہ وہ قدرت تامہ اور ہر چیز کا علم محیط رکھتا ہے' اسے **تقدیر** کہتے ہیں۔ **کتاب اللہ** مجموعہ قوانین۔ **فرشتے** اس قانون کو لانے والے۔ **رسول** اس قانون کو نافذ کرنے والے اور **قیامت** اس قانون کے نتیجے میں برپا ہونے والی۔

پس ان تمام کڑیوں میں کسی ایک کڑی کو حذف کر دیں تو نظام عقیدہ درہم برہم ہو جائے گا۔

سوال......اسلامی عقیدے کی حقیقت کیا ہے؟

جواب......اسلامی عقیدے کی حقیقت خدا پر ایمان لانا ہے اور خدا پر ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ ہر اس چیز پر ایمان لایا جائے جس پر ایمان لانے کیلئے اس نے ہدایت فرمائی اور اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ انسان کو تنگ نظری سے نکال کر آگے بڑھایا جائے اور اس کو خود سے آزاد کر کے خدا کا بندہ بنایا جائے۔ خودگرفتاری نے انسان کو معبودان باطل سے وابستہ کر دیا تھا جس میں قومی وقبائلی اور رنگ ونسل اور زبان کے امتیازات بھی شامل ہیں۔ اسلام نے ان سب کی نفی کر کے انسان کو ایک خدا کے آگے جھکا کر عام انسانیت کی فلاح کیلئے تیار کیا۔

سوال......اسلامی عقائد اور نسلی اور قومی عقائد میں کیا فرق ہے؟

جواب...... یہ دونوں قسم کے عقیدے حصول زندگی کے دو مختلف طریقے ہیں۔ نسلی اور قومی عقائد کے ذریعہ حصول بقاء کی جو کوشش کی جاتی ہے ان سے انسان کا مجموعی نفاذ متاثر ہوتا ہے اور اس میں مقابل گروہوں کو مٹانے یا ان کو غلام بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن اسلامی عقائد میں مٹانے کے بجائے انہیں ایک وسیع تر معاشرہ کا رُکن بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے انکے مادی وجود کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات ان کی مادی اور اخلاقی حیثیت اور بہتر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہندوستان [1] ہی کو لیجئے جہاں مسلمانوں نے برسہابرس حکومت کی ہے' تعجب خیز بات یہ ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کے دارالخلافہ رہے وہاں غیر مسلم آبادی کثرت میں ہے اور خوشحال۔ اس سے اس بات کا تاریخی ثبوت ملتا ہے کہ مسلمانوں نے دوسری قوموں کو مٹایا نہیں ہاں ان کے مادی اور روحانی حالات کو ضرور بدلا۔

سوال......اسلامی عقیدے میں پھر مومن اور کافر کی تفریق کیوں ہے؟

جواب...... مذہب کی بناء پر جو تفریق کی جاتی ہے وہ عقل اور فطرت کے مطابق ہے اور محض جغرافیائی حوادث یا اتفاق پیدائش پر مبنی نہیں۔ قومی اور نسلی بنیادوں پر جو امتیازات قائم کئے جاتے ہیں وہ مستقل اور دائمی ہوتے ہیں اس سے آگے چل کر نوع انسانی کا مجموعی مفاد متاثر ہوتا ہے۔

مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے ایسے امتیازات نے قبیلوں کو برسہابرس سے ایک دوسرے کا دشمن بنا رکھا تھا لیکن اسلام نے آکر ان کو شیر و شکر کیا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اوّل الذکر امتیازات غیر فطری تھے اور موخر الذکر امتیازات فطری۔ اسی لئے نوع انسانی نے مجموعی حیثیت سے قبول کیا۔

جغرافیائی بنیادوں پر اتحاد میں کوئی لچک نہیں۔ انسان خواہ کتنا نیک و شریف ہو' اگر باہر سے اس دیس میں آکر بسا ہے تو بیگانہ ہی سمجھا جائے گا۔ جغرافیائی کے بعد علاقائی' نسلی اور لسانی تعصبات جنم لینے لگتے ہیں اور یہ اتحاد خواب و خیال بن کر رہ جاتا ہے۔ غور کیجئے باہر سے کوئی کسی علاقے میں آجائے تو اس کو وہاں کا نہیں سمجھتے' غیر ہی جانتے ہیں۔ کسی کی زبان آپ سیکھ لیں تو ہرگز اہل زبان اپنے ساتھ نہ ملنے دیں گے اور شادی بیاہ کر کے دوسری نسلوں سے اختلاط پیدا کیا جائے تو پھر بھی وہ اپنا نہ سمجھیں گے مگر یہ دین اسلام ہے کہ جب کوئی اس دین میں داخل ہوتا ہے تو وہ غیر نہیں' اپنا ہے اور اتنا ہی محترم ہے جس طرح دوسرے محترم ہیں' یہ دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ جب کوئی آتا ہے گرم جوشی سے خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ اسکے نزدیک سب برابر ہیں۔ سب کے حقوق مساوی' ذرّہ برابر فرق نہیں۔

---

[1] یہاں غیر منقسم ہندوستان مراد ہے جس میں پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش شامل تھے۔

سوال..... کیا عقیدہ کا تعلق عمل سے بھی ہے؟

جواب..... عمل ہی سے تو اس کا تعلق ہے۔ عقیدہ ایک نظریہ ہے اور زندگی اس کی عملی تعبیر و تشریح گویا عقیدہ سراسر عمل کیلئے ہے۔ اسلام میں عقیدہ زندگی سے علیحدہ کوئی چیز نہیں' البتہ انسان کے بنائے ہوئے دوسرے عقائد میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عقیدہ زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ زندگی عقیدے کیلئے بنی ہے' عقیدہ زندگی کیلئے نہیں۔

سوال..... کیا انسانی زندگی میں عقیدے کی کوئی اہمیت ہے؟

جواب..... جی ہاں! عقیدہ انسانی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اجتماعی زندگی کیلئے عقیدہ کا وجود بے حد ضروری ہے' ایک مشترکہ عقیدہ ہی وہ رشتہ ہے جو ایک جماعت کے افراد کو اخوت کے رشتوں میں منسلک کرتا ہے۔ جس قوم میں عقیدہ کی جتنی پختگی ہوگی اتنی ہی زیادہ وہ باعمل' ترقی پذیر اور فتح مند و غالب ہوگی۔ ایسی قوم کو جس میں کوئی طاقتور عقیدہ نہ پایا جاتا ہو دوسری قومیں آسانی سے غلام بنالیتی ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات میں آمنے سامنے ایک ہی نسل' ایک ہی قبیلے اور ایک خون اور زبان کے لوگ ہوتے تھے مگر فتح و کامرانی مسلمانوں کو ہوتی تھی اس کی وجہ یہی عقیدہ کی پختگی اور دین کی محبت تھی۔ اگر اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر ان کامیابیوں کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔

انسانی زندگی میں عقیدہ اس لحاظ سے بھی بڑا اہم ہے کہ اس سے انسانی زندگی خوشگوار ہوجاتی ہے۔ مصیبت والم میں بھی اسکے قدم نہیں لڑکھڑاتے بلکہ اس میں اس کو لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے جو مادی ترقیوں سے ہرگز میسر نہیں آسکتی۔

سوال......اللہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب......اللہ اس ذاتِ اقدس کا نام ہے جو قدیم ازلی اور ابدی یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔اسی طرح اس کی صفات کاملہ بھی قدیم ہیں اور غیر محدود، وہ ہر ناقص صفت سے پاک ومنزہ ہے، وہ خالق ہے مخلوق نہیں، حاجت روا ہے محتاج نہیں۔

(جس طرح اس کی ذات لا محدود ہے اسی طرح اس کی صفات بھی لا محدود ہیں اس لئے اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے اور صحیح تعریف اس وقت کی جاسکتی ہے جب احاطہ کیا جاسکے۔)

سوال......اللہ کی ذات کا کیا ثبوت ہے؟

جواب......اللہ کے وجود کی سب سے بڑی نشانی تو خود انسان ہے، اس کے علاوہ یہ کائناتی نظام جو حیرت انگیز ضابطے اور قاعدے کے تحت چل رہا ہے اور ذرا گڑبڑ نہیں، اگر قاعدے کے تحت نہ چلتا تو یقیناً کوئی خالق نہ ہوتا، عقل یہ تسلیم کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں کہ ایک خود کار نظام میں یہ حیرت ناک نظم وضبط ہو۔

سوال......اچھا یہ تسلیم بھی کرلیں کہ وہ موجود ہے تو یہ بات کیسے سمجھ میں آئے کہ وہ بغیر بنائے وجود میں آگیا؟

جواب......کائنات پر نظر ڈالینگے تو دو قسم کے موجودات نظر آئینگے ایک وہ جو اپنے وجود میں کسی غیر کے محتاج ہیں اور دوسرے وہ جو محتاج نہیں۔مثلاً انسانی جسم میں دل ایک ایسا وجود ہے کہ سارے اعضاء واعصاب اس کے محتاج ہیں اور وہ ان اعضاء میں سے کسی کا محتاج نہیں خود حرکت کرتا ہے اسی لئے دل کے متعلق کہا گیا ہے قلب المومن عرش اللہ مومن کا دل عرش الٰہی ہے یعنی اس بظاہر خود بخود حرکت کرنے والے کا بھی ایک محرک ہے۔دل کی حرکتیں اور دھڑکنیں اللہ کی ذات کا پیہم اعلان کررہی ہیں۔

سوال......ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بغیر بنائے موجود ہوگیا لیکن اس کے وجود کا علم ہمیں کیسے ہوا۔ نظر تو آتا نہیں' لوگ دلائل بیان کر کے خاموش تو کر دیتے ہیں مگر دل کو اطمینان نصیب نہیں ہوتا' کوئی ایسی بات بتائیں جس سے دل مطمئن ہو جائے۔

جواب......قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ اس کے ذکر میں اطمینان وسکون ہے۔ پس ایسی ہستی کو اس انداز سے سمجھا جاسکتا ہے جس سے اطمینان وسکون میسر آجائے۔

کسی شئے کی حقیت اور وجود کو سمجھنے کیلئے کئی طرح سے یقین حاصل کیا جاتا۔ دیکھ کر' سونگھ کر' چکھ کر' چھو کر' سن کر اور سمجھ کر۔ دھوپ دیکھتے ہی آفتاب کا یقین ہو جاتا ہے اور کوئی یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ آفتاب دکھاؤ پھر ہم مانیں گے۔ خوشبو سونگھتے ہی اس کا وجود تسلیم کر لیا جاتا ہے اور کوئی نہیں کہتا کہ خوشبو دکھاؤ جب ہم مانیں گے۔ چکھ کر معلوم جاتا ہے کہ آم میٹھا ہے اور لیموں کھٹا ہے مگر کوئی نہیں کہتا کہ آم کی مٹھاس اور لیموں کی کھٹاس دکھاؤ تب ہم مانیں گے۔ مریض کی نبض پر ہاتھ رکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کو بخار ہے اور کوئی نہیں کہتا کہ پہلے بخار دکھاؤ پھر ہم مانیں گے۔ نغموں کی آواز آتے ہی فضائے بسیط میں ان کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے لیکن کوئی نہیں کہتا کہ ہم کو دکھاؤ تب ہم تسلیم کریں گے۔

ہزاروں میل کی مسافت پر واقع شہروں اور ملکوں کے وجود کو ہماری عقل تسلیم کرتی ہے اور کوئی عقلمند یہ نہیں کہتا کہ پہلے ان شہروں اور ملکوں کو دکھاؤ پھر ہم مانیں گے۔ لوگوں نے متواتر ان کے وجود کی خبریں دی ہیں پھر ان کی نشریات سنیں تو یقین کامل حاصل ہو گیا۔

ہم دنیا کی بہت سی اَن دیکھیں حقیقتوں کو شعوری طور پر تسلیم کرتے چلے جاتے ہیں' ان حقیقتوں کو بھی جن کو دیکھنے کی ہم قدرت رکھتے ہیں لیکن اس لئے تسلیم کر لیتے ہیں کہ ہماری عقل ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ اتنے سارے لوگ ان شہروں اور ملکوں کی پے در پے خبریں دے رہے ہیں' یہ بات ہرگز غلط نہیں ہو سکتی اور ریڈیو اور ٹیلی وژن پر جو پیغام سنے جا رہے ہیں اور جو مناظر دیکھے جا رہے ہیں غلط نہیں ہو سکتے بلکہ یہ پیغامات اور مناظر تو ان سابقہ خبروں کی توثیق وتصدیق ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جلیل القدر انسان نے جن کی سیرتیں بے داغ تھیں اور جنہوں نے کبھی دنیاوی معاملات میں بھی جھوٹ نہ بولا تھا یہ خبر دی کہ خدا موجود ہے' یہ خبر پے در پے ملتی رہی اور برابر پیغامات بھی ملتے رہے، یہاں بھی عقل وہی بات کہتی ہے جو پہلے کہہ چکی تھی یعنی یہ کہ اتنے سارے نیک اور صالح لوگ جھوٹ نہیں بول سکتے' جو خبر دیتے ہیں بے شک صحیح ہے اور پھر جب اس جناب عالی سے صحیفے اور کتابیں اُترتی ہیں تو اور یقین ہو جاتا ہے۔

اب جو شخص خدا کا وجود تسلیم نہیں کرتا اس سے پوچھئے کہ کیا یہ بات معقول ہے کہ جھوٹے اور مشکوک لوگوں کی خبروں پر تو دل و جان سے یقین کرو اور وہ حضرات جن کی زندگیاں پاک صاف اور شک و شبہ سے بالاتر ہیں ان کی دی ہوئی خبروں کو جھوٹا جانو اور ان کی خبروں پر بالکل بھروسہ نہ کرو۔ بے شک اگر پہلی خبریں بھروسے کے لائق ہیں تو یہ خبریں بھی بھروسے کے لائق ہیں اور اس کے بغیر چارۂ کار نہیں کہ ہم ان خبروں پر بھروسہ کر کے خدا کے وجود کا اقرار کریں خصوصاً جب کہ عینی آثار اور غیبی پیغامات بھی اس کی شہادت دے رہے ہیں اور دل خود بخود جھکنے کیلئے بے قرار ہوا جاتا ہے۔ درد و مصیبت میں تو ایک ان دیکھی قوت کی طرف لپکنے لگتا ہے اگر صرف آنکھ پر بھروسہ کیا گیا تو پھر زندگی کی بہت سی حقیقتوں کو جھٹلانا پڑے گا اور بہت سی حقیقتیں مشکوک ہو جائیں گی۔ کس انسان نے اپنے والدین کو دیکھا ہے؟ دوسروں نے کہا اور اس نے یقین کیا۔ جب ہم معاشرتی زندگی میں والدین کی حقیقت کو بے دیکھے تسلیم کرتے ہیں تو پھر اس کائناتی زندگی میں خدا کی ہستی کو کیوں نہ تسلیم کریں خصوصاً جبکہ قدم قدم پر مظاہر موجود ہوں۔

جب ہم سونگھ کر، چکھ کر، چھو کر، سن کر اور سمجھ کر ان دیکھی چیزوں کو تسلیم کر لیتے ہیں تو پھر خدا کے معاملے میں یہ اصرار کیوں کہ دکھاؤ پھر ہم مانیں گے، بے شک وہ نظر بھی آسکتا ہے مگر تاب و طاقت تو ہو۔ جن میں طاقت تھی انہوں نے دیکھا بھی ہے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ایک آفتاب کو نصف النہار کے وقت نہیں دیکھ سکتے۔

اگر ہم خلا میں زندگی بسر کرتے اور ہمارے چاروں طرف رنگا رنگ مناظر نہ ہوتے تو شاید خدا کے وجود سے واقف ہونا مشکل ہو جاتا لیکن اب جبکہ اطلاعات اور پیغامات کے ساتھ ساتھ قدم قدم پر گل کھلے ہیں تو خدا کے وجود کو معلوم کرنا ذرا مشکل نہیں بس سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہی سمجھ جس کے ذریعے انسان نے بے معنی چیزوں میں معنی تلاش کئے ہیں، خدا شناسی کا اس سے بہتر کوئی اور ذریعہ نہیں۔

سوال......توحید کے بنیادی اصول کیا ہیں؟

جواب......اس کی بنیاد تو خدائے واحد کی ذات اقدس اور اس پر ایمان و یقین ہے۔ یہ یقین خود انسان کی فطرت میں پوشیدہ ہے قرآن کریم نے قدرت کے عجائبات' کائنات کے نظم و نسق اور کائناتی حکمتوں کو تفصیل سے بیان کر کے انسانوں کو اسطرف متوجہ کیا ہے مثلاً کشتیوں اور جہازوں کا بے تکان سمندر کی سطح پر چلنا' پرندوں کا ہوا میں اُڑنا' پانی برسنا' مردہ زمین کا زندہ ہوجانا' انسان کی رنگا رنگ زبانیں' قسم ہا قسم رنگ' مختلف نسلیں' روشن آفتاب' چمکتا ماہتاب اور دمکتے ستارے' غمزدوں کی فریادرسی' مظلوموں کی دادرسی' دن کے بعد رات' رات کے بعد دن وغیرہ۔

سوال......کیا پچھلے مذاہب نے بھی توحید کی تعلیم دی تھی؟

جواب......تمام مذاہب کی روح تو صرف ایک ہی ہے یعنی اسلام اور اس کی تعلیم کی بنیاد توحید ہے۔

سوال......کیا اللہ کی کوئی شکل و صورت بھی ہے؟

جواب......اس کی کوئی شکل صورت نہیں' وہ جسم سے پاک ہے' وہ تو خود جسموں کو پیدا کرتا ہے پھر کیسے جسم ہوسکتا ہے؟

سوال......قرآن و حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اعضاء ہیں۔

جواب...... بے شک ایسی آیتیں اور احادیث موجود ہیں جن میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پیر اور چہرہ وغیرہ ہیں لیکن اس کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے۔ البتہ بعض علماء نے آنکھ سے اس کا نور ہونا' ہاتھ سے اس کا فیاض ہونا' اور پیر سے اس کا حاضر و ناظر ہونا مراد لیا ہے۔

سوال......خدا کی کتنی صفات ہیں؟

جواب......صفات تو بے حد و حدود ہیں کہ وہ غیر محدود ہے۔ اکثر صفات قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں جس کو سمجھنے والا ہی سمجھ سکتا ہے اس کو پڑھیے اور غور و فکر کیجئے۔ حدیثِ پاک میں خدا کے ننانوے صفاتی نام آئے ہیں مگر حقیقت میں اس کے نام لامحدود ہیں۔ ان اسماء صفات میں جمالی بھی ہیں' جلالی بھی اور کمالی بھی ہیں۔

سوال......کیا خدا کے بندے اس کی صفات کا آئینہ ہیں؟

جواب...... بے شک اس کی صفات کا آئینہ ہیں۔ اس نے اپنی صفات کاملہ سے حیثیت و صلاحیت کے مطابق حصہ دیا ہے۔ وہ حیّ ہے ہمیں بھی زندگی دی' وہ قادِر ہے ہمیں بھی قدرت دی' وہ علیم ہے ہمیں بھی علم دیا' وہ عالم الغیب ہے بعض برگزیدہ بندوں کو علم غیب بھی دیا خصوصاً سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔

سوال......اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات میں داخل ہیں یا نہیں؟

جواب......داخل ہیں جیسے دھوپ کہ آفتاب کی حقیقت میں داخل ہے گو خارج معلوم ہوتی ہے یا جیسے موجیں کہ سمندر کی حقیقت میں داخل ہیں اگرچہ خارج معلوم ہوتی ہیں۔

سوال......عقیدۂ توحید نے انسانی زندگی میں کیا انقلاب پیدا کیا؟

جواب......عقیدۂ توحید نے عبادت کے عام مفہوم کو بالکل بدل دیا اور اس میں اتنی وسعت اور گہرائی پیدا کردی کہ عملی اور فکری زندگی کا کوئی گوشہ اس کے دائرے سے باہر نہیں رہا۔ عبادت کے ایسے تصور سے دوسری قومیں بالکل نا آشنا تھیں۔

اس کے علاوہ اس عقیدے نے انسان کو اس کی اپنی عظمت سے آگاہ کیا اور یہ بتایا کہ کائنات اس کیلئے ہے' وہ کائنات کیلئے نہیں ہے وہ صرف اللہ کیلئے ہے۔ اس طرح انسان زمین کی پستیوں سے بلند ہوا۔ اب زمین پر سجدے زمین کیلئے نہیں ہوتے بلکہ خدا کیلئے ہوتے ہیں۔

وہ انسان جو شجر و حجر اور خود اپنے بنائے ہوئے بتوں کے آگے جھکا کرتا تھا اس کو صرف ایک ہستی کے آگے جھکا کر خودداری اور غیرت کا سبق سکھایا اور اس کی بکھری ہوئی ذہنی اور علمی قوتوں کو یکجا کر کے حیرت انگیز قوت بخشی۔

انسان اس بندگی تک کئی منزلوں سے گزرا۔ کائنات اور اسکے عجائبات کو دیکھ کر مبہوت ہوا تو ہر عجیب ومہیب اور قوی چیز کی پرستش کی۔ کائنات سے نظر ہٹی تو اپنی طرف متوجہ ہوا اور انسان سے خدا بن بیٹھا اور لوگ اس کو سجدہ کرنے لگے۔ پھر جب خدا کی طرف متوجہ ہوا تو خود کو بھلا دیا۔ پھر خدا کے جلوؤں میں خود کو دیکھا تو حقیقت آشکار ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ کون کس کا بندہ ہے اور کون کس کا خالق ہے؟ یہی دریافت تھی جس نے عالم انسانیت میں ایک انقلاب برپا کردیا۔

سوال......کیا عقیدۂ توحید کی کمزوری سے انسانی زندگی پر اثر پڑتا ہے؟

جواب...... جی ہاں! بہت زبردست۔ یہ عقیدہ کمزور ہوجائے تو انسان مختلف فکری اور عملی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ مملکت پرستی' علم پرستی' ثقافت پرستی' آثار پرستی' نسل پرستی وغیرہ۔

سوال......تو کیا انسان کو اپنے ملک اور تہذیب وتمدن سے محبت نہیں ہونی چاہئے؟ یہ تو انسانی فطرت کے خلاف ہے۔

جواب......محبت اور پرستش میں بڑا فرق ہے۔ ان چیزوں سے محبت فطری بات ہے مگر یہاں بات پرستش کی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مسلمان ہوتا ہے تو اپنے ماضی سے کٹ جاتا ہے یعنی اب اس کو اپنی تہذیب وتمدن اور آثار پر فخر نہ کرنا چاہئے' فخر کے لائق صرف اسلام کا تعلق کافی ہے۔ رہی محبت تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن مسلمان ہونے کے بعد ہر محبت کو اسلام کا تابع ہونا چاہئے ورنہ وہ محبت پرستش کے حکم میں ہوگی جو اس کو دائرۂ اسلام سے خارج بھی کرسکتی ہے۔ دائرۂ اسلام سے خارج ہونا میں دائرۂ انسانیت سے خارج ہونا ہے۔ اسلام اور انسانیت دو متضاد چیزیں نہیں۔

سوال......عقیدۂ توحید میں ابتداء اور انتہاء کیا ہے؟

جواب......ابتداء خدا کی حقیقی عظمت سے ہوتی ہے اور انتہاء کمال بندگی پر۔ خدا کے علاوہ دوسری چیزوں کی پرستش سے انسان نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ابھی اپنے مرتبے سے آگاہ نہیں لیکن جب وہ خدا کے آگے جھکا تو اس کو معلوم ہوا کہ وہ کتنا عظیم ہے۔ تو عقیدۂ توحید نے ایک طرف وحدانیت کا علم بلند کیا تو دوسری طرف عبدیت کا۔

سوال......خدا کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے؟

جواب...... خدا کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ وہ قدیم ہے' خود بخود موجود ہے۔ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اسکی صفات کامل ہیں۔ ناقص صفتوں سے پاک ہے۔ زبان ومکان سے بالاتر ہے۔ نہ وہ جسم ہے' نہ محدود۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کے اندر کوئی چیز سما سکتی ہے۔ اس کا نہ مثل ہے اور نہ کفو۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا۔ وہ چھپی چیزوں کو جانتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ غفار ہے۔ وہ مستجاب الدعوات ہے یعنی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

سوال......آپ نے فرمایا کہ چھپی چیزوں کو جانتا ہے تو کیا دل کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے؟

جواب......بے شک وہ دل کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے: و نعلم ما توسوس به نفسه بلکہ اگر وہ چاہتا ہے تو یہ قوت اپنے برگزیدہ بندوں کو بھی عنایت فرما دیتا ہے۔

سوال......آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے تو برے کاموں پر بھی قادر ہوگا؟

جواب......معاذ اللہ! وہ اچھی صفات سے آراستہ ہے اور بری صفات سے پاک ہے اور یہ عیب نہیں کمال ہے۔ جس طرح کسی نیکو کار کیلئے یہ کہا جائے کہ وہ بدکاری نہیں کر سکتا تو یہ اس کا عیب نہیں' یہ تو خوبی ہے بلکہ اس طرف خیال کرنا بھی سوء ادبی ہے۔ تو جب ایک انسان کیلئے خیال کرنا بے ادبی ہے تو خدا کے متعلق ایسی باتیں سوچنا انتہاء درجہ کی گستاخی ہے جس سے انسان کا ایمان بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

سوال......آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ غفار ہے تو کیا وہ حقوق العباد کو بھی معاف فرما دے گا؟

جواب......اللہ تعالیٰ وہی گناہ معاف کرے گا جس کا تعلق اس کی جناب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا معیار عدل بہت ہی بلند ہے۔ دنیا کے بادشاہ اور حاکم' قاتلوں اور ڈاکوؤں کو معاف کر دیا کرتے ہیں، جو عدل نہیں ظلم ہے اور دوسروں کے حقوق میں مداخلت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے عفو و درگزر سے منزہ و پاک ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کو اپنی رحمت سے جنت عطا کرے اور اسے راضی کر دے اور ظالم کو اپنی رحمت عامہ کے سبب بخش دے۔

سوال......آپ نے فرمایا کہ وہ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے مگر بعض دعائیں تو مقبول نہیں ہوتیں۔

جواب......بے شک اللہ تعالیٰ مضطرب اور بے قرار بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ دعاء وہی قبول نہیں ہوتی جو یا تو دل سے نہ کی گئی ہو یا اس کے پورا ہونے میں بندے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ کیونکہ انسان کی نظر بہت محدود ہے اور جس کی نظر محدود ہے وہ اپنی بھلائی اور برائی کے بارے میں خود فیصلہ نہیں کر سکتا' فیصلے کرنے کیلئے نظر چاہئے۔ اللہ تعالیٰ علیم اور دانا و بینا ہے اسلئے وہ خود بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندوں کیلئے کون سی بات اچھی ہے اور کون سی بری ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی سوچنی چاہئے کہ ایک معمولی حکیم یا ڈاکٹر کے سامنے مریض کچھ نہیں بولتا جو دوا اس کیلئے تجویز کی جاتی ہے آنکھیں بند کر کے پی لیتا ہے لیکن حکیم مطلق کے سامنے ہم اپنی تجاویز پیش کرتے ہیں یہ بات دانائی کے خلاف ہے اور جب وہ ہمارے فائدے کیلئے کسی آزمائش میں بتلاء کرتا ہے تو چلانے لگتے ہیں اور ناشکری پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

سوال......کیا صرف خدا کا وجود تسلیم کر لینا کافی ہے؟

جواب......جی نہیں! اتنا کافی نہیں۔ تصور توحید صرف نظریہ نہیں بلکہ ایک دستورِ حیات ہے۔ اس تصور کا مقصود اور مفہوم یہ ہے کہ ہم عملی زندگی میں شیطان کی رہنمائی قبول نہ کریں بلکہ رحمٰن کے بن کر رہیں۔ جو دعویٰ توحید کے باوجود خدا کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے اور شیطان کی رہنمائی قبول کرتا ہے وہ ایک سرکش بندہ ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص رہے اپنے ملک میں لیکن اس کی وفاداریاں دوسرے ملک کے حکمران کیساتھ رہیں' ظاہر ہے ایسا شخص ہر انسان کی نظر میں باغی اور غدار تصور کیا جائیگا۔

سوال......کیا خدا کے علاوہ کسی اور کی اطاعت بھی ضروری ہے؟

جواب......قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں صاحب امر یعنی حاکم ہوں انکی اطاعت کرو۔ ان اطاعت سہ گانہ کی حقیقت تو اطاعت الٰہی ہے لیکن بغیر دوسری اطاعتوں کے معاشرتی زندگی گزارنا مشکل ہے اسلئے خدا نے ان کو اختیار دے دیا ہے۔ اللہ کی اطاعت کے بعد رسول کی اطاعت یعنی وہ احکام جو قرآن میں مذکور نہیں یا مجمل ہیں مفصل نہیں ان کے بارے میں جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دیں تو ان کو مانا جائے۔ رسول کی اطاعت کے بعد حاکم اور صاحب امر کی اطاعت ہے یعنی احکام شرعیہ کے ساتھ ساتھ وہ احکام جو قرآن اور حدیث و فقہ میں نہیں ان کے بارے میں حاکم حکم دے تو وہ بھی تسلیم کیے جائیں۔ اس سے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف جو حکم دے وہ بھی مانا جائے کیونکہ اس صورت میں دو اطاعتیں مفقود ہو جائیں گی اور صرف ایک اطاعت باقی رہے گی اور آیت میں بیک وقت تینوں اطاعتوں کی تلقین کی گئی ہے اور اطاعت کے مدارج بھی متعین کر دیے ہیں۔

سوال......شرک کسے کہتے ہیں؟

جواب......اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا اور ان صفات کو اس میں قدیم سمجھنا' اس کو مستحق عبادت جاننا اور اپنا خالق و مالک تصور کرنا۔

سوال......شرک اور بت پرستی کا آغاز کیونکر ہوا؟

جواب......خدا نے دنیا میں سلسلہ اسباب قائم کیا ہے۔ اس سلسلے میں اصل اور حقیقی سبب کارفرما ہے۔ لیکن انسان بعض قوی الاثر اسباب سے اتنا متاثر ہوجاتا ہے کہ اصل مسبب نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ مثلاً آفتاب کہ انسانی منافع کیلئے پیدا کیا گیا لیکن انسان نے اسی کو خدا سمجھا یا ستارے کہ وہ حسن و زیبائی اور دوسرے بہت سے منافع کیلئے پیدا کئے گئے ہیں مگر انسان نے انکی پرستش شروع کردی۔ شرک کی اصل وجہ انسان میں غور و فکر کی کمی ہے چنانچہ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں ملکہ سبا کو جس طرح ہدایت کی اس سے یہ حقیقت عیاں ہے۔

سوال......شرک اور ذرائع شرک کے بارے میں بھی کچھ بتادیجئے۔

جواب......شرک کے یوں تو بہت سے ذرائع ہیں لیکن مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:۔

☆ کسی خاص شخص کی بزرگی اور عظمت کا اتنا قوی احساس کہ اس کو خدا سے غافل کردے۔

☆ جو اعمال اور آداب خدا کیلئے مخصوص ہیں ان کو انسانوں کیلئے اختیار کرنا مثلاً سجدہ جو خدا کیلئے مخصوص ہے کسی انسان کے آگے کرنا۔

☆ جو صفات اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہیں وہ کسی انسان میں بالذات تسلیم کرنا مثلاً انسان کو رازق اور خالق جاننا۔

☆ مصائب و آلام میں خدا اور محبوبانِ خدا کے علاوہ سحر و طلسم، جنات و شیاطین اور ارواح خبیثہ کو صاحب تصرف جان کر ان سے مدد طلب کرنا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ محبوبانِ خدا بالذات متصرف نہیں' ان کا تصرف منشاء ربانی کے تابع ہے۔

ملائکہ و اجنہ

سوال......فرشتے کس مخلوق کا نام ہے؟

جواب......قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں سے مراد وہ غیر مادی ذی روح ہستیاں ہیں جو خدائے تعالیٰ کے احکام اور پیغامات کو دنیائے خلق تک پہنچاتی ہیں اور نافذ کرتی ہیں' ان کی فطرت میں اطاعت ہے' یہ سرتابی نہیں کرسکتے۔

سوال......لیکن ابلیس نے فرشتے ہوتے ہوئے کیوں نافرمانی کی؟

جواب......جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا' ایسا نہیں ہے، قرآن حکیم نے اسکو جن کہا ہے اسی لئے اس نے نافرمانی کی۔

سوال......جن کس کو کہتے ہیں؟

جواب......جن بھی ایک قسم کی مخلوق ہے جو ناری اور ہوائی اجزاء سے مرکب ہے۔

سوال......بعض لوگ جن اور فرشتوں کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔

جواب......حقیقت میں انسان اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے جو اس کے اردگرد ہے حالانکہ یہ تو کچھ بھی نہیں کائنات اور اس کی مخلوقات بہت وسیع و کثیر ہیں۔ انسان تنگ نظری کی بناء پر انکار کرتا ہے اگر ذرا بھی عقل سے کام لے تو انکار کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اپنی کم علمی پر نادم وشرمسار ہو۔

سوال......فرشتے کتنے ہیں؟

جواب......فرشتے بے شمار ہیں' اصل تعداد اللہ ہی کے علم میں ہے۔ البتہ خاص فرشتوں میں یہ چار مشہور ہیں:۔

(۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام (۲) حضرت میکائیل علیہ السلام (۳) حضرت اسرافیل علیہ السلام (٤) حضرت عزرائیل علیہ السلام

سوال......فرشتوں کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے؟

جواب...... یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں' مکرم ہیں' معصوم ہیں' گناہ نہیں کرتے' توالد و تناسل سے پاک ہیں' اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے لرزاں وترساں ہیں' اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے علاوہ کوئی کام اپنی منشاء سے نہیں کرتے۔

سوال......فرشتوں پر ایمان لانا کیوں ضروری قرار دیا گیا؟

جواب...... وجوہات تو بہت سی ہیں مگر ایک بڑی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تصورِ توحید کے بعد اس وسیلے اور ذریعے کی صداقت وحقانیت کو واضح کیا جائے جو انبیاء ورسل تک خدا کے پیغام پہنچاتا ہے' خدا پر ایمان لانے کے سلسلے میں جہاں انبیاء ورسل ایک ذریعہ ہیں وہاں فرشتے بھی ایک ذریعہ ہیں اس لئے ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا۔

کتب آسمانی

سوال...... آسمانی کتابوں کی کیا ضرورت ہے' کیا عقل کافی نہیں؟

جواب...... خدا نے انسان کو پیدا کیا' اس کی تربیت کیلئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا اور ان کو صحیفے اور کتابیں دیں تا کہ اس کے مطابق اس کی تربیت کریں چنانچہ انہوں نے تربیت کی اور ہر عہد اور ہر زمانے میں اس کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے' یہ نتائج خود اس امر کی سب سے بڑی شہادت ہیں کہ انسان کو آسمانی کتابوں کی ضرورت ہے۔

اس کے علاوہ تمام انسانوں کی عقل ایک جیسی نہیں اور ان کو وہ بصیرت بھی حاصل نہیں کہ مستقبل کے متعلق ٹھیک ٹھیک فیصلے صادر کرسکیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ صدیوں پہلے عقل نے جو اصول بنائے تھے وہ خود اس نے رڈ کردیئے۔ اس حقیقت سے عقل کی بے بسی ظاہر ہے۔ اسلئے ہم اس ذریعہ کو کیوں نہ قبول کریں جس کی رفتار عقل سے بہت تیز ہے اور جس کے فیصلے اٹل ہیں یعنی وحی۔ اس میں خود ہمارا فائدہ ہے اور وہ یہ کہ عقل کے ذریعہ جو بات برسوں بلکہ صدیوں میں معلوم ہوتی ہے' وحی چند لمحوں میں بتا دیتی ہے اور اس طرح وقت اور زندگی دونوں کا زیاں نہیں ہوتا اور انسان کو مختصر وقت میں بہت کچھ معلوم ہو جاتا ہے' اس لئے وحی کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا عین عقل کے مطابق ہے اور سراسر انسان کے فائدے میں ہے۔ اس کا اندازہ اس وقت ہوگا جب قرآن وحدیث کے احکام اور دورِ جدید کے احکام وآئین کا تقابلی مطالعہ کریں گے۔

جب انسان نے اس دنیا میں قدم رکھا تو دنیا کی ہر چیز اس کیلئے انجانی تھی' ایک اجنبی ماحول میں وہ خود کو تنہا محسوس کرتا ہوگا' غور کیجئے اگر وہ اپنی زندگی کی بنیاد عقل پر رکھتا تو اب تک صحرائی زندگی گزارتا لیکن یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے دنیا میں بھیج کر انسان کو وہ کچھ بتا دیا جو اس کو معلوم نہ تھا اور وحی کے ذریعہ اس کی رہنمائی فرما کر اس کو مہذب ومتمدن بنایا۔

ہر ہر عمل کی اچھائی برائی معلوم کرنے کیلئے عقل کو برسوں کے تجربات درکار تھے لیکن جب اس زمین پر آیا تو اس کو فوری طور پر ان فیصلوں کی ضرورت تھی' وحی نے اس ضرورت کو پورا کیا اور اس کو صدیوں کی کلفت سے بچا دیا۔

فی الحقیقت وحی کے ذریعہ جو کچھ بتایا جاتا ہے وہ انسان کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں انسان عاجز ہوتا ہے وہاں قدرت اس کی دستگیری فرماتی ہے۔ شیر خوار بچے کو کس حیرت انگیز طریقے سے رزق پہنچایا جاتا ہے۔ بے آب وگیاہ میدانوں کو کس طرح سیراب کرکے باغ وبہار بنایا جاتا ہے۔ پس اسی طرح عقل ودل کی بنجر زمین کو وحی کے ذریعہ سیراب کیا گیا اور اس ضرورت کو پورا کیا جس کے بغیر اس دنیا میں انسان کی زندگی اجیرن ہوجاتی۔ یہ کیسی احسان فراموشی ہوگی کہ وہ رحیم وکریم ہماری طرف متوجہ ہو اور ہم اس کی بالکل پرواہ نہ کریں۔

سوال...... یہ کس طرح معلوم ہوا کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام نہیں؟

جواب...... ایک انسان کامل جب مقام رسالت سے بولتا ہے تو اس کی آواز اور کلام عجیب و غریب تاثیر رکھتا ہے اور وہ انسان جن کو اپنی سخن دانی اور سخن گوئی پر غرور و تکبر ہے وہ ہکا بکا رہ جاتے ہیں اور جب وہی انسان خود کچھ کہتا ہے تو اس کی آواز اور کلام' پہلی آواز اور پہلے کلام سے بالکل مختلف نظر آتا ہے۔ ایک ہی انسان کی آواز و کلام میں یہ حیرت انگیز فرق ناممکن ہے۔ یقیناً کوئی غیبی قوت ہے جو اس کی زبان سے گویا ہے۔ پس یہ اختلاف خود اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور و فکر ہے کہ جو انسان صادق و امین ہے اور اس کی صداقت و امانت کا یہ عالم ہے کہ دشمن تک اس کے پاس اپنی امانتیں رکھتے اور سچا جانتے ہیں' جس نے زندگی بھر اپنے لئے اور نہ کسی دوسرے کیلئے جھوٹ بولا۔ ایسا صادق و امین انسان جب یہ کہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ اس کا کلام نہیں' خدا کا کلام ہے تو اس کو کیسے جھوٹ سمجھ لیا جائے۔ کیا ایسے سچے انسان سے یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ خدا پر جھوٹ باندھے گا؟

اس کے علاوہ یہ بات بھی نظر میں رکھنی چاہئے کہ جو کچھ اس نے کہا اس سے اس کو فائدہ پہنچا یا نقصان۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا انسان ہے جو عمداً جھوٹ بول کر تکلیف میں مبتلاء ہو؟ ہر انسان تکلیف سے نَجات پانے کیلئے جھوٹ بولتا ہے لیکن جب ایک انسان اعلانِ حق کرتا ہے اور چاروں طرف سے دشمن اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں مگر وہ اس اعلان سے باز نہیں آتا' بے شک عقل کہتی ہے کہ یہ ایک غیبی پیغام ہے جو وہ لے کر آیا ہے' یہ قرآن کریم ہے' یہ فرقان حمید ہے' یہ سراج منیر ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جو کچھ وہ پیغام دے رہا ہے' غلط نہیں' حرف بحرف صحیح ہے' جو وہ خبریں دے رہا ہے' ایک ایک کر کے سب پوری ہو رہی ہیں۔ کیا کسی انسان نے صدیوں پہلے واقعات و حادثات کی خبریں دی ہیں اور ایسی صداقتوں کو آشکار کیا ہے جس کو عقل جھٹلا نہ سکی؟ ہرگز ہرگز ایسا انسان پیدا نہیں ہوا۔ پس بے شک قرآن کریم خدا کا کلام ہے اور اس کا کلام جھوٹا نہیں ہوسکتا اسی لئے قرآنی صداقتوں کو آج تک کوئی نہ جھٹلا سکا۔

سوال...... کل کتنی کتابیں نازل ہوئی ہیں؟

جواب...... قرآن کریم میں صرف چار کتابوں کا ذکر ہے یعنی توریت (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی)، زبور (جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی)، انجیل (جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی) اور قرآن (جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا) ان کتابوں کے علاوہ تقریباً ایک سو صحیفے حضرت آدم' حضرت شیث' حضرت ادریس' حضرت ابراہیم علیہم السلام پر نازل ہوئے۔ قرآن کریم میں صحیفوں کا بھی ذکر آیا ہے۔

سوال......کیا سب کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟

جواب......جی ہاں! سب کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ سب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔

سوال......تو پھر ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہوگا؟

جواب......سوائے قرآن کے کسی کتاب پر عمل کرنا ضروری نہیں ۔اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی ملک کا ایک آئین بنے' پھر انسانی حالات اور طبائع کے لحاظ سے دوسرا آئین نافذ کیا جائے' پھر انہیں وجوہات کی بناء پر تیسرا قانون نافذ کیا جائے۔ اس طرح ہر نیا قانون نافذ العمل ہوگا اور پچھلا قانون لائق احترام۔

اللہ تعالٰی نے کتاب نازل فرمائی پھر انسان کے بدلتے ہوئے حالات کے تحت دوسری کتاب نازل فرمائی پھر تیسری اور چوتھی لیکن جب حالات اور طبائع ایک راستہ پر لگ گئے اور ارتقائی عمل پورا ہوگیا تو قرآن حکیم نازل کیا گیا جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔ جس طرح یہ چودہ سو سال پہلے قابل عمل تھا آج بھی قابل عمل ہے۔ یہ حقیقت اس کی ابدیت پر گواہ ہے۔

سوال......کیا تمام کتابیں اپنی اصلی حالت میں ہیں؟

جواب......سوائے قرآن حکیم کے کوئی کتاب اپنی اصلی حالت میں نہیں۔ توریت عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اور زبور وانجیل سریانی میں۔ یہ زبانیں مردہ ہوچکی ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخی واقعات سے پتا چلتا ہے کہ موجود توریت اور انجیل حقیقی نہیں۔ اس میں بڑا ردو بدل ہوا ہے اس لئے لائق اعتماد نہیں۔

سوال......ان کتابوں سے انسان کو کیا فائدہ پہنچا؟

جواب...... فائدہ تو ظاہر ہے، ان کتابوں سے انسان' انسان بنا اور حقیقت میں کتاب وہی ہے جو انسان کو انسان بنائے' خونخوار درندہ نہ بنائے۔

قرآن کریم کو لیجئے اس نے کس حیرت انگیز طریقے پر ایک قوم کی کایا پلٹ دی۔ چرواہوں کو مالک تخت وتاج بنادیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا اس انقلاب کے لپیٹ میں آگئی۔ یورپ کو روشنی دکھائی اور جہالت کی تاریکیوں سے نکالا اور آج بھی جہاں جہاں تعمیری انقلابات آرہے ہیں وہ سب قرآن حکیم اور تعلیماتِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرہونِ منت ہیں۔ اگر انقلابیوں کے حالات اور ان کے ادب کا مطالعہ کریں تو یہ بات بالکل واضح ہوسکتی ہے۔ قرآن حکیم کے ترجمے دنیا کی سو سے زیادہ زبانوں میں ہوچکے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انقلابی ایک ایسی کتاب کو نہ پڑھے جس نے صدیوں پہلے ایک انقلاب آفریں پیغام دے کر دنیا اور دنیا والوں کی قسمت پلٹ دی تھی۔

سوال......آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کا کیا مقام ہے؟

جواب...... جو مقام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام میں حاصل ہے وہی مقام دوسری آسمانی کتابوں میں قرآن کریم کو حاصل ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم 'خاتم النبیین' ہیں اسی طرح قرآن حکیم 'خاتم الکتب' ہے۔

سوال......کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے قرآن کریم جمع کر لیا گیا تھا؟

جواب...... بے شک بعض احادیث اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قرآن کریم جمع کر لیا گیا تھا۔ ایک حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایماء پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انجام دیا تھا لیکن یہ بات قطعی ہے کہ قرآن کریم کی سورتوں کی ترتیب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رکھی گئی ہے۔

سوال......پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو **جامع قرآن** کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب......اگر جامع کا لفظ تدوین کے معنی میں استعمال کیا جائے تو صحیح نہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے قرآن کو ایک قرات پر جمع کیا اور مختلف نسخے اس قرات کے مطابق نقل کر کے تمام مفتوحہ علاقوں میں ارسال فرمائے۔

سوال......کیا قرآن کریم اسی صورت میں لکھا ہوا تھا' جیسا کہ آج کل ہم لوگ پڑھتے ہیں؟

جواب......عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عہدِ خلافت کے قرآنی اوراق اور قلمی نسخے جو آج بھی موجود ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت قرآن کریم خط کوفی میں لکھا جاتا تھا اور حروف پر نقطے بھی نہیں لگائے جاتے تھے۔ اعراب کا تو سوال نہیں پیدا ہوتا کہ قرآن کریم اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا تھا۔ نقطے اور اعراب پہلی صدی ہجری کے آخر میں حجاج بن یوسف نے لگوائے تا کہ عجمیوں کو قرآن حکیم پڑھنے میں دقت محسوس نہ ہو۔

سوال......کیا قرآن کو تسلیم کر لینا کافی ہے؟

جواب......اگر مریض کیلئے نسخہ میں لکھی ہوئی ادویات کو تسلیم کر لینا کافی ہوتا اور اس سے اس کی صحت یابی ممکن ہوتی تو یہ کہا جاتا کہ تسلیم کر لینا کافی ہے لیکن قرآن کتاب حکمت ہے۔ اسکو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا دونوں ضروری ہیں۔ سمجھنا اسلئے تا کہ عمل کیا جا سکے اور عمل کرنا اس لئے تا کہ زندگی بنائی جا سکے' جسمانی اور روحانی صحت حاصل کی جا سکے۔

انبیاء و رسل

سوال......کیا انسان کی ہدایت کیلئے رسول کی ضرورت ہے؟

جواب......عرض کیا جا چکا ہے کہ انسانی ہدایت کیلئے کتاب اللہ کی ضرورت ہے' اب لا محالہ ایسے انسان کی ضرورت ہوگی جو اس کتاب کا حامل ہو اور جس کی سیرت اس کتاب کا آئینہ ہو کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ پڑھ کر نہیں' دیکھ کر بنتا ہے۔

سوال......رسول کی کیا پہچان ہے اور اس کی کیا نشانیاں ہیں؟

جواب......انسانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو تین طرح کے انسان ملتے ہیں:۔

۱......ایک وہ جو گناہ کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ان کو اس غلطی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

۲......دوسرے وہ جو گناہ کرتے ہیں لیکن احساس گناہ کی وجہ سے انکا نفس ملامت کرتا ہے اور ندامت اور شرمساری محسوس کرتے ہیں۔

۳......تیسرے وہ جو نیکی کی راہ اختیار کرتے ہیں اور ان کے دل میں بدی کا خطرہ تک نہیں گزرتا۔

نوع انسانی کیلئے اگر کوئی ہادی اور راہبر بن سکتا ہے تو وہ یہی تیسری قسم کا انسان ہے جس کو انسان کامل کہا جاتا ہے۔اسی لئے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) تمہارے آقا نہ گمراہ ہوئے اور نہ بھٹکے اور وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو کہلوایا جاتا ہے۔ (النجم : ۲ تا ۴)

اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں ہادی برحق اور رسول کیلئے یہ اصول مرتب کئے جاسکتے ہیں:۔

۱......وہ گمراہ نہ ہو کہ جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کو راہِ راست پر کیسے لگا سکتا ہے۔

۲......وہ راستہ سے بھٹکا ہوا بھی نہ ہو کہ جو خود بھٹک جائے وہ دوسروں کو منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔

۳......وہ جو کچھ کہتا ہے جو خواہش نفس سے نہ کہتا ہو بلکہ جذبات اس کے تابع ہوں' وحی الٰہی سے مستفیض ہو اور وہ کچھ بتاتا ہو جو انسانی عقل نہیں بتا سکتی۔

سوال...... یہ بات تو بڑی عجیب ہے کہ خدا اپنے بندوں کو نبی اور رسول بنا کر بھیجتا ہے اور ان سے کلام کرتا ہے' یہ کیسے ممکن ہے؟

جواب...... ہمیں وہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے جس کا ہمیں علم نہیں اور جب علم ہوتا ہے تو وہی عجیب بات معمولی ہو جاتی ہے۔ ماضی کی بہت سی عجیب باتیں اب معمولی ہو چکی ہیں اور حال کی بہت سی عجیب باتیں مستقبل میں معمولی ہو جائیں گی۔ تو درحقیقت نبیوں اور رسولوں کا آنا انہیں کیلئے عجیب ہے جن کو حقیقت کا علم نہیں' جن کو علم ہو گیا ان کیلئے عجیب نہیں۔

عام انسانوں اور جانوروں کے حواس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ چیونٹی کی قوت شامہ' چیل کی قوت باصرہ' ٹڈے کی قوت سامعہ اور چمگادڑ کی قوت لامسہ حیرتناک ہے تو ایک انسان کامل جب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نا معلوم حقیقت کی طرف سے آوازیں سنائی دے رہی ہیں جو عام لوگ نہیں سن سکتے تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً تعجب کی بات تھی کہ انسان کیلئے تو یہ فرمایا ہے: اور بے شک ہم نے انسان کو سب سے اچھی ساخت میں بنایا۔ (والتین)

اللہ تعالیٰ قدم قدم پر انسان کی دستگیری فرماتا ہے، جہاں انسان اپنی تربیت سے عاجز ہے' وہاں خدا تعالیٰ خود تربیت و پرورش کا بندوبست فرماتا ہے۔ پیدائش کے فوراً بعد شیر مادر سے سیراب فرماتا ہے اور آج تک کوئی معلوم نہ کر سکا کہ یہ فیض کہاں سے جاری ہوا؟ جس نے انسان کی جسمانی بھوک و پیاس دُور کرنے کیلئے یہ حیرت انگیز اہتمام فرمایا وہ اس کی روحانی بھوک و پیاس دور کرنے کیلئے کیوں اہتمام نہ فرماتا۔ اس نے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور آج تک اہل عقل حیران ہیں کہ یہ فیض کہاں سے جاری ہوا۔ جس طرح شیر مادر سے سیراب ہونے والے بچے کی اٹھان قابل دید ہے۔ اسی طرح سیرابی روح کے بعد انسان کی اٹھان دیدنی ہوتی ہے۔

سوال...... رسول کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... جس کو اللہ تعالیٰ نبوت دے کر مخلوق کی ہدایت کیلئے بھیجتا ہے تا کہ انسان اپنے خدا سے واقف ہو' اس کی عبادت میں مصروف ہو اور برے اور بھلے کاموں کی تمیز حاصل کر کے اپنی عاقبت سنوارے۔

سوال...... نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب...... رسول پر کتاب نازل ہوتی ہے اور نبی پر نہیں ہوتی۔ دونوں کا کام دعوت و تبلیغ ہے اسلئے ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

سوال...... کیا عورتوں میں بھی نبی ہوتے ہیں؟

جواب...... جی نہیں! عورتوں میں نبی نہیں ہوتے لیکن عورتوں کے حصے میں یہ سعادت آئی کہ انکو انبیاء و رسل کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے شرف و بزرگی سے ان کو بھی محروم نہ رکھا۔ اسکے ہاں غیر فطری مساوات نہیں' وہ فطرت کے مطابق نوازتا ہے۔

سوال...... پہلا نبی کون ہے اور آخری نبی کون ہے؟

جواب...... پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال...... کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہوگا؟

جواب...... جی نہیں! اگر ایسا ہوتا تو حضور خاتم النبیین نہ ہوتے۔ حق جل مجدہ کی طرف سے قرآن کی حفاظت اور سیرتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت میں یہ اعلان: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذِکر بلند کر دیا۔ (الانشراح) مستقبل میں کسی متوقع نبی کی ضرورت کو خود بخود ختم کر دیا۔ جب قرآن بھی موجود ہے اور سیرتِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم بھی تو پھر کسی نبی کی ضرورت کیا رہ گئی؟ اللہ تعالیٰ بغیر ضرورت کسی کو نہیں بھیجتا۔

سوال...... کیا سب نبی اور رسول برابر ہیں؟

جواب...... جی نہیں! سب برابر نہیں۔ خود قرآن کریم میں فرق مراتب کا ذکر کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے شرف و بزرگی دی۔ (البقرۃ: ۲۵۳)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء اور رُسل میں **افضل** ہیں جو نبیوں اور رسولوں میں **افضل** ہے وہ تمام انسانوں میں کیوں نہ **افضل** ہوگا!

سوال......حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم نے کیا بیان کیا ہے؟

جواب......دیکھا جائے تو قرآن کل کا کل سیرتِ رسول ہی ہے۔ ویسے قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں، بعض میں آپ کے عجز وانکسار کا ذکر ہے اور بعض میں آپ کے جلالت وجبروت کا۔ دوسری قسم کی آیات میں بالعموم اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں سے خطاب فرمایا ہے اور پہلی قسم کی آیات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی مسلمانوں سے خطاب فرمایا ہے۔ مسلمان کو آپ کی عظمت وبزرگی اور عشق ومحبت کی دل میں پرورش کرنی چاہئے اور ایسے خیالاتِ فاسدہ کو دل سے نکال دینا چاہئے جو مقامِ محبت سے گرا کر کفار ومشرکین کی صف میں لاکر کھڑا کریں۔

قرآن کی مختلف صورتوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محاسن وآداب بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً آل عمران، مائدہ، توبہ، شعراء، احزاب، قلم، بنی اسرائیل، نجم وغیرہ۔

سورۂ توبہ میں فرمایا......رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ ان کو راضی کیا جائے۔

سورۂ قلم میں فرمایا......آپ کے اخلاق اعلیٰ ہیں اور آپ کیلئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

سورۂ توبہ میں فرمایا......جب تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم اللہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور راہِ خدا میں جہاد کو اپنے والدین، اولاد، مال ودولت، مکانات ومحلات اور مالِ تجارت سب سے زیادہ محبوب نہ رکھو۔

سورۂ احزاب میں فرمایا......محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے والد نہیں ہیں وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔

سورۂ نجم میں فرمایا......تمہارے آقا نہ بھٹکے اور نہ بہکے اور یہ وہی کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔

سورۂ اسرائی میں فرمایا......پاک ہے وہ جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا جس کے ارد گرد برکت ہی برکت ہے (اس لئے لے جایا گیا) تا کہ ہم اس کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔

سورۂ ضحیٰ میں فرمایا......تمہاری آنے والی گھڑیاں پچھلی گھڑیوں سے بہتر ہیں، تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

بہت سی آیات ہیں، کہاں تک بیان کیا جائے اور کس کس کا ذکر کیا جائے!

سوال......کیا میدانِ محشر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے؟

جواب......جی ہاں! شفاعتِ کبریٰ سے آپ ہی کو مشرف کیا جائیگا۔ جب تمام انبیاء ورسل خشیتِ الٰہی سے لرزاں وترساں ہونگے تو آپ ہی حضور حق جل مجدہ، تمام مخلوق کی شفاعت فرمائیں گے اور مقامِ محمود پر فائز ہوں گے۔

سوال......کیا دوسرے مذاہب نے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر دی ہے؟

جواب...... جی ہاں! خصوصاً ان مذاہب نے جنہوں نے دین توحید اسلام سے ٹوٹ کر اپنا الگ راستہ بنالیا ہے۔ تحریف کے باوجود توریت وانجیل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ انجیل برناباس میں تو متعدد مقامات پر صاف صاف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی **محمد** اور **احمد** بھی آیا ہے۔ گوتم بدھ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے مرتے وقت اپنے چیلے سے یہ بات کہی کہ غمگین نہ ہو اپنے وقت پر ایک رسول آئے گا جس کو لوگ 'میتریا' (رحمۃ اللعالمین) کہیں گے۔ میں آخری نبی نہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں آتھرویدٔ رگھویدٔ یجرویداور راسنگ رام وغیرہ میں صراحت کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ملتا ہے۔

سوال......حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جشن ولادت منانا کیسا ہے؟

جواب......بہت ہی خوب ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے ہی مجلس کائنات سجائی گئی' یہ سبزہ وگل' یہ آفتاب وماہتاب اور یہ ستارے آپ ہی کے دم قدم کا ظہور ہیں۔ اس لئے جشن میلاد منانا تو باعثِ برکت ورحمت اور موجبِ الفت ومحبت ہے۔ ہاں اس میں کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہئے جو خلافِ شرع ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی کا باعث ہو۔

سوال......بعض حضرات 'صلوٰۃ وسلام' کے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں' کیا یہ عمل صحیح ہے؟

جواب......اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ دُرود وسلام کے تحفے فرشتے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں' ایسی صورت میں جب پیش کیا جائے تو عاشقوں کی ہیئت کا بھی ذکر کیا جائے گا جو موجبِ مسرت ہوگا۔ بہت سے علماء وصوفیا کا اس پر عمل رہا ہے اس لئے اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ [1]

سوال......بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ طریقہ عہدِ رسالت میں رائج نہ تھا اور نہ عہدِ صحابہ وتابعین میں۔

جواب......کسی چیز کا ان مبارک عہدوں میں نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ناجائز ہے البتہ ممانعت کی گئی ہو تو یقیناً ناجائز ہے لیکن ہم نے بہت سی ایسی چیزوں کو بھی جائز کرلیا ہے جس کی حدیث شریف میں ممانعت ہے' شاندار مکانات بنانے کی ممانعت ہے' بڑے بڑے شہر آباد کرنے کی ممانعت ہے۔ اب چاہئے کہ مکانات ڈھادیئے جائیں اور شہر ویران کردیئے جائیں تو جب ایسی بہت سی چیزیں ہم برداشت کررہے ہیں جس میں سراسر نقصان ہے تو ایسی چیز کو کیوں برداشت نہیں کرسکتے جس کی کہیں ممانعت نہیں کی گئی اور جس میں دنیا اور آخرت دونوں کا نفع ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرود وسلام بھیجتے ہیں' اس کے بہت سے فرشتے بھی بحالتِ قیام دُرود بھیج رہے ہیں تو قیام میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ فی زمانہ سامعین سرکاری محفلوں میں قومی ترانے کے وقت کھڑے ہوتے ہیں حالانکہ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ ترانہ تھا اور نہ اس کا یہ احترام۔ پھر نہ معلوم صرف صلوٰۃ وسلام پر کیوں پابندی ہے!

ایک نکتہ پیش نظر رہے کہ آیت شریفہ میں جو صلوٰۃ وسلام کا ذکر کیا گیا ہے اس میں استمرار ہے یعنی کوئی وقت خالی نہ رہنے پائے' ہر وقت درود وسلام پڑھتے رہئے لیکن حالتِ اذان اور نماز میں ہی استمراری کیفیت ختم ہوسکتی تھی مگر یہاں بھی محبوب کے ذکر اور درود وسلام کو شامل کر کے استمراری حالت کو قائم رکھا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! (مسعود)

حشر و نشر

سوال...... کیا حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دنیا کے بعد کسی آنے والی دنیا کی خبر دی ہے؟

جواب..... قرآن کریم میں حشر و نشر اور جنت و دوزخ کی خبر دی گئی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے یعنی جو کچھ اس دنیا میں کیا جائے گا اس کی جزا و سزا آخرت میں ضرور ملے گی۔ ظالم اپنے ظلم کا مزہ چکھے گا اور مظلوم اپنی مظلومیت کی جزا پائے گا۔ اگر آخرت کا تصور سامنے نہ ہوتا تو ظلم و ستم اور مظلومیت کا عقدہ حل نہ ہوسکتا تھا اور انسانی زندگی نا تمام معلوم ہوتی۔

سوال..... آخرت کس کا نام ہے اور یہ کون سی منزل ہے؟

جواب..... موت کے بعد جنت و دوزخ میں داخل ہونے یا قیام قیامت تک کے عرصہ کو آخرت کہا جاتا ہے اس دنیاوی زندگی کے بعد یہی منزل درپیش ہے۔

سوال..... بعض لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں' ان کیلئے بھی کچھ فرمائیں۔

جواب..... جو لوگ دوسری زندگی کے منکر ہیں وہ یقیناً پہلی زندگی کا اقرار کرتے ہیں' سوال یہ ہے کہ جو زندگی ایک بار ممکن ہے دوسری بار کیوں ممکن نہیں؟ قرآن کریم نے یہی دلیل پیش کی ہے اور بہار و خزاں کے مناظر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو خدا ایک بار وجود میں لاسکتا ہے وہ فنا کر کے دوبارہ وجود میں کیوں نہیں لاسکتا!

آخرت میں جی اُٹھنے والی بات آخرت کے ساتھ ہے' دنیاوی زندگی کے طویل دَور میں انسان کے اپنے وجود میں کئی انقلابات آتے ہیں اور یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ ایک جوان وہ نہیں وہ بچپن میں تھا اور ایک بوڑھا وہ نہیں جو جوانی میں تھا یعنی اس کا گوشت و پوست اور ہڈیاں تک سب بدل چکی ہیں حالانکہ اس کو ہم مستقل زندہ دیکھ رہے ہیں مگر وہ کئی بار مر کر جی چکا ہے۔

اس کے علاوہ اس حقیقت پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جو خیالات ہمارے دل میں گزرتے ہیں ہم بہت جلد انہیں بھول جاتے ہیں مگر پھر بھی وہ زندہ رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اُبھرتے رہتے ہیں اور اس میں ہمارے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔ یہ حافظہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہے جس پر ہمیں قدرت حاصل نہیں ہوتی۔ ماہر نفسیات یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ خیالات اس اہتمام کے ساتھ کس قدر عظیم مقصد کیلئے جمع کئے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ عظیم مقصد آخرت کی زندگی ہی ہوسکتی ہے۔

یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ انسان کے دل میں زندہ رہنے کی ایک تڑپ ہے جس طرح معبود کے آگے جھکنے کی ایک تڑپ ہے انسانی فطرت خود بتا رہی ہے کہ وہ زندہ رہے گا اور مرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے مٹی میں نہیں ملا دیا جائے گا۔ ورنہ اس کے اندر جینے کی اتنی شدید تڑپ نہیں ہوتی۔

ایک جغرافیہ دان نے لکھا ہے کہ ہمارے آباد شہروں اور ریتیلے سمندروں کے نیچے ایک قدرتی جہنم دہک رہی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ ہم ایک عظیم ڈائنامیٹ کے اوپر کھڑے ہیں جو کسی وقت بھی پھٹ کر سارے نظام ارضی کو دَرہم برہم کرسکتا ہے۔ (مسعود)

سوال......قیامت کس کو کہتے ہیں اور یہ کون سا عظیم حادثہ ہے؟

جواب......قرآن کریم میں جا بجا اس عظیم حادثے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ یہ پورا نظام شمسی درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور کائنات اُلٹ پلٹ ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد سب جی اُٹھیں گے‘ خداوند قدوس کے حضور پیشی ہوگی اور اپنے اپنے اعمال کی جزا اور سزا پائیں گے۔

سوال......قیامت کب آئے گی؟

جواب......قرآن و حدیث میں اس کا وقت اور دن و تاریخ تو نہیں بتائی گئی البتہ اس کے آثار اور نشانیاں ضرور بتادی ہیں جن میں بہت سی ظاہر ہو چکی ہیں اور بہت سی ظاہر ہو رہی ہیں اور بہت سی آئندہ ظاہر ہوں گی۔ من جملہ ان کے یہ بھی ہیں کہ آفتاب مغرب سے نکلے گا‘ دنیا میں ایک دھواں پھیل جائے گا‘ مشرق و مغرب میں زمین تین جگہ دھنس جائے گی‘ یمن کی طرف سے ایک آگ نمودار ہوگی‘ قرآن مجید اُٹھا لیا جائے گا اور دنیا میں کافر ہی کافر رہ جائیں گے۔

سوال......آخرت پر یقین کیوں ضروری قرار دیا گیا؟

جواب......آخرت پر یقین سے انسانی زندگی میں بہار آ گئی ہے ورنہ سوائے مایوسی اور نا اُمیدی کے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ موت اور پھر کچھ نہیں۔ زندگی ایک تماشا بن کر رہ جاتی۔ تصورِ آخرت نے انسانی نظر میں وسعت پیدا کی۔ وہ محدود عالم سے نکل کر ایک لامحدود عالم میں داخل ہوا۔ اگر یہ لامحدود عالم نہ ہوتا تو زندگی کتنی مختصر‘ کتنی بے اثر اور کتنی محدود ہوتی اور خدا پر ایمان لانے کے بعد یہ عقدہ نہیں کھلتا کہ آخر دنیا کو کیوں بنایا گیا اور اعمال کی رنگا رنگی سے کیوں سجایا گیا؟

سوال......کیا مر کر انسان نیست و نابود ہو جاتا ہے؟

جواب...... ہرگز نہیں! جسم ضرور نابود ہو جاتا ہے اور وہ بھی بعض انسانوں کا' البتہ روح زندہ رہتی ہے اور مرنے کے بعد سے قیامت تک اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی نیکیوں سے مستفیض ہوتی رہتی ہے' گویا مرنے کے بعد بھی ترقی کا عمل ختم نہیں ہوتا اور عالم برزخ میں کچھ نہ کچھ ملتا رہتا ہے۔

اسکے علاوہ ہماری زندگی پر اس تصور کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے۔ انسان کو خارجی خوف اور ڈر موثر طریقے پر برائیوں سے نہیں روک سکتا جب تک وہ خود اندر نہ ہو۔ مثلاً ایک ملازم اپنے افسر سے اسی وقت تک خائف رہتا ہے جب تک وہ اس کے سامنے ہے' پیٹھ پیچھے جو چاہے کر گزرتا ہے لیکن خدا کے حضور آخرت میں جوابدہی کا احساس انسان کو خلوتوں اور تنہائیوں میں بھی برائیوں سے روکے رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آخرت پر یقین کامل ہوتا ہے تو عظیم معاشرہ جنم لیتا ہے۔

سوال......روح کی حقیقت کیا ہے اور یہ کس شئے کا نام ہے؟

جواب......قرآن کریم نے بڑی آسانی سے اس عقدہ کو حل کر دیا ہے جو آج تک حل نہ ہو سکا۔ قرآن کریم میں روح کو **امر ربّ** کہا گیا ہے یعنی حکم الٰہی یا فرمان شاہی۔ فرمان شاہی میں کاغذ و حروف فرمان نہیں بلکہ وہ روح فرمان ہے جو کاغذ و حروف میں چھپی ہے اگر ایسا نہ ہوگا تو ایک فرمان سے دوسرا فرمان بے اثر نہیں ہوتا۔ پس اسی طرح جسم انسانی بمنزل کاغذ و حروف کے ہے اور روح بمنزل فرمانِ الٰہی کے۔ پس روح وہ نادیدنی حکم ہے جو فرمان میں چھپا ہوتا ہے اور اسی سے اس فرمان کی قدر و منزلت ہوتی ہے۔

سوال......قبر کی حقیقت کیا ہے؟

جواب......حقیقت میں قبر اس گڑھے کا نام نہیں جس میں لاش کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ کو قبر کہا جاتا ہے جس میں انسان مرنے کے بعد سے قیامت تک رہتا ہے۔ اس طرح حادثے یا طبعی موت سے مرنے والے ہر انسان سے اسی عالم میں سوال و جواب کیا جائے گا۔

سوال......عالم برزخ میں قیامت تک رہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب......وجوہات تو بہت سی ہیں' من جملہ ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان اپنے پس ماندگان کے اعمالِ جاریہ اور صدقات و خیرات سے مستفید ہوتا رہے اور اس کا بارِ گناہ کچھ ہلکا ہو۔ گویا دنیاوی مہلت کے بعد یہ دوسری برزخی مہلت ہے۔ اوّل الذکر میں خود انسان اپنے لئے منافع جمع کر سکتا ہے اور موخر الذکر میں وہ مجبور ہو جاتا ہے اور دوسرے اس کیلئے منافع جمع کرتے ہیں۔

سوال...... کیا عالم برزخ میں روحیں آپس میں ملتی ہیں؟

جواب...... بے شک مومنوں کی روحیں آپس میں ملتی ہیں اور اپنے عزیزوں کے حالات دریافت کرتی ہیں۔ چونکہ اس وقت روحیں جسموں سے علیحدہ ہوتی ہیں اس لئے اس رکاوٹ کے ختم ہونے کے بعد ان کے اختیار و قوت میں حیرت انگیز اضافہ ہو جاتا ہے۔

سوال...... کیا پس ماندگان کی نیکیاں اور صدقات اور خیرات مرنے والے کو نفع پہنچاتے ہیں؟

جواب...... بیشک اعمالِ جاریہ صدقات و خیرات مرنے والے کو نفع پہنچاتے ہیں۔ اس لئے میت کے عزیزوں کو اس کی طرف سے غافل نہ رہنا چاہئے' خصوصاً اولاد کو کہ ان کے اعمال کا ان کے والدین سے گہرا تعلق ہے۔ زندگی میں انسان' انسان کا محتاج ہے، مرنے کے بعد تو احتیاج اور بڑھ جاتی ہے کہ مرنے والا کچھ کر نہیں سکتا' ماسوائے خدا کے محبوبوں کے۔

سوال...... دنیا کے کاموں کا آخرت کی زندگی سے کیا تعلق ہے؟

جواب...... بہت قوی تعلق ہے' اگر یہ تعلق نہ ہوتا تو انسانی اعمال بے نتیجہ ہو کر رہ جاتے۔ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ آخرت کے سارے امور کا دارومدار دنیا ہی کے اچھے برے کاموں پر ہوگا' گویا دنیا نہ ہو تو آخرت کا تصور بے اثر ہو کر رہ جائے۔

دوسرے مذاہب نے بھی اس حقیقت کو کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم کیا ہے۔ آخرت کے تصور پر یقین کامل ہو جائے تو پھر دنیا کے سب کام سنور جائیں۔ یہ ایک تصور ہزار ناصحانہ تقریروں پر بھاری ہے اسی لئے عہدِ رسالت میں ہمیں تقریروں سے زیادہ عمل نظر آتا ہے کہ یقین کے بعد زبان نہیں چلتی' ہاتھ پیر چلتے ہیں۔

سوال...... حساب کتاب کس طرح ہوگا؟

جواب...... دو فرشتے جن کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے' ہر انسان کے ساتھ ہیں اور ایک ایک لمحہ کی تفصیلات محفوظ کر رہے ہیں۔ یہی اعمال نامہ قیامت کے دن انسان کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس پر خود اس کا تحت الشعور اور ہاتھ پیر گواہ ہوں گے۔ اس تصور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خدا کی عدالت میں بغیر فردِ جرم دکھائے سزا نہیں ملے گی کیونکہ یہ بات عدل کے خلاف ہے اور وہ عادل مطلق ہے۔

سوال......میزان سے کیا مراد ہے؟

جواب......میزان کی حقیقت تو اللہ ہی کے علم میں ہے، البتہ اس کی روح عدل و انصاف کا قیام ہے۔ پہلے میزان (ترازو) کی ایک صورت تھی یعنی ایک ڈنڈی اور دو پلڑے لیکن اب قسم ہا قسم کے میزان ایجاد ہو گئے ہیں اسلئے اس کی حقیقت کو خدا پر چھوڑ دینا چاہئے البتہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح میزان کے ذریعہ عدل عالم آشکار ہوتا ہے اسی طرح مولیٰ تعالیٰ کا عدل عالم آشکار ہوگا اور مجرمین خود کا مشاہدہ کرینگے اور ایسا عدل نہ ہوگا کہ جس کا علم صرف علمِ الٰہی میں ہو کہ یہ بات تقاضائے عدل کے خلاف ہے کہ منصف کو سب کچھ معلوم ہو اور ملزم و مجرم کو کچھ نہ معلوم ہو۔

سوال......پل صراط کس کا نام ہے؟

جواب......اس پل کی حقیقت بھی خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ سب انسان اس پر سے گزریں گے اور اپنی صلاحیت ولیاقت کے مطابق اس کو عبور کریں گے اور اس طرح جنتی جنت میں جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں۔

سوال......ثواب وعذاب کس طرح ملے گا؟

جواب......قرآن وحدیث میں سزا و جزا کی تفصیلات موجود ہیں اور اس کی حقیقت اللہ کے علم میں ہے۔ قرآن شریف میں جنتیوں کے آرام وآسائش اور دوزخیوں کی تعذیب وتادیب کا ذکر موجود ہے۔ ان دیکھی چیزوں کو سمجھانے کیلئے انہیں چیزوں سے تشبیہ دی جاتی ہے جو نظروں کے سامنے ہوں۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ چیزیں ہو بہو ایسی ہوں جیسی ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے جنت کی آسائشوں اور دوزخ کی کلفتوں کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے۔

ارکان و احکام

سوال......خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کتنے ہیں؟

جواب......احکام تو بہت ہیں جو قرآن وحدیث میں موجود ہیں البتہ چند احکام بتا دیئے جاتے ہیں جو ہر انسان کیلئے ضروری ہیں۔ صدقات وخیرات دینا، ظاہر وباطن ایک رکھنا، منافقت نہ کرنا، ہاتھ اور زبان سے کسی پر ظلم نہ کرنا، شراب نہ پینا، زِنا نہ کرنا، سود نہ لینا، اخلاق سے پیش آنا، بدخلقی سے پیش نہ آنا، پورا پورا تولنا، جھوٹ نہ بولنا، وعدہ خلافی نہ کرنا، مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھنا اور ہر مسلمان کا خیرخواہ رہنا، بزرگوں کی عزت کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا اور اہل وعیال کے ساتھ محبت وشفقت سے پیش آنا، والدین کی اِطاعت و فرماں برداری کرنا اور ان کو کسی حالت میں نہ جھڑکنا اور نہ ان کی حکم عدولی کرنا، مرحومین کیلئے ایصالِ ثواب کرنا، چھوٹے بڑے گناہوں کو ہلکا نہ جاننا، مذاق میں دل لگی میں خدا اور رسول کی جناب میں گستاخی نہ کرنا، اہل بیت اور اصحاب کی دل میں محبت رکھنا، اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کرنا، غم والم میں خدا سے نا اُمید نہ ہونا اور ہر وقت اس کی طرف متوجہ رہنا، دین اسلام میں اپنی طرف سے ایسی بات ایجاد نہ کرنا جس سے اسلام کی کسی بات کی مخالفت ہوتی ہو، سنت کے راستہ پر چلنا، اہل اللہ کے دامن کو تھامے رہنا اور ان سے روگردانی نہ کرنا۔

الغرض بے شمار اوامر ونواہی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان پر عمل کر کے اپنی آخرت سنواریں۔

سوال......اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟

جواب......اسلام کے پانچ ارکان ہیں: (۱) **کلمہ طیبہ** (۲) **نماز** (۳) **زکوٰۃ** (٤) **حج** (٥) **روزہ**۔

ان فرائض میں اصل الاصول، توحید ورسالت ہے باقی متعلقات ہیں۔

سوال......ان کی مختصر تشریح بھی فرما دیجئے۔

جواب......رکن اوّل کا تعلق ایمان سے ہے اور باقی ارکان کا تعلق اعمال سے ہے۔ ہر رکن میں بے شمار حکمتیں ہیں۔

رکن اوّل **کلمہ شہادت** سے انسان، انسانیت کی بلند ترین منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

رکن ثانی **نماز**، کفر اور اسلام میں فرق پیدا کرنے والی ہے اور رکن اول پر استقامت میں بے انتہا مددگار۔

رکن سوم **زکوٰۃ** سے انسانی معاشرے میں اعتدال اور خوش حالی پیدا ہوتی ہے اور دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے بے تعلقی، جو عین مقصود اسلام ہے، پیدا ہوتی ہے۔

رکن چہارم **حج** سے عالمی اتحاد اور یک جہتی کے ساتھ ساتھ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسکے محبوب بندوں سے قربت ہوتی ہے جو بے حد مفید ہے۔

رکن پنجم **روزہ** سے انسانی خواہشات میں اعتدال پیدا ہوتا ہے اور انسان اللہ کے قریب ہوجاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ روزہ میرے لئے اور میں اس کی جزا دوں گا۔

سوال...... معراج کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بنفس نفیس آسمان پر جانے' قرب الٰہی سے مشرف ہونے اور جنت و دوزخ کی سیر کرنے کو معراج کہتے ہیں۔ اس کا کچھ ذکر سورۂ اسریٰ میں ہے اور کچھ سورۂ نجم میں اور احادیث میں بہت تفصیل آئی ہے۔

سوال...... کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء اور ملائکہ کے سردار ہیں؟

جواب...... جی ہاں! اس آیت سے آپ کا سردار انبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے:

اور جس وقت اللہ نے پیغمبروں سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ تم کو کتاب وحکمت سے دوں ایک پیغمبر اس کی تصدیق کرنے آئے گا' تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ اللہ نے کہا، کیا تم اقرار کرتے ہو؟ سب نے کہا 'ہاں' ہم نے قرار کیا۔ اللہ نے فرمایا کہ شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں' پس جو اس عہد کے بعد پھر جائے وہ گمراہ و نافرمان ہے۔ (آل عمران)

سوال...... کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کو کوئی جان سکتا ہے؟

جواب...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت تو بڑی چیز ہے' انسان کو خود اپنی خبر نہیں۔ آپ کی حقیقت سوائے خدا کے کسی کو نہیں معلوم' اس لئے اس مسئلے پر بحث کرنے سے ادباً بچنا چاہئے اور دل میں آپ کی محبت اور عظمت کی پرورش کرنی چاہئے۔ عاشق، محبوب کی حقیقت دریافت نہیں کرتا اس کو تو سرفروشی اور جاں نثاری کے سوا کچھ کام نہیں۔

سوال...... کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت اب بھی جاری ہے؟

جواب...... حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں اور رحمت کا سلسلہ ہرگز منقطع نہیں ہوا۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ کو سمجھنے کیلئے قرآن کریم کی اس آیت کو ملاحظہ کریں جس میں شہداء کیلئے کہا گیا ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ شہید کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے طفیل ہی شہادت ملی ہے اس لئے جس کے طفیل زندگی ملی وہ زندگی سے کیسے محروم رہ سکتا ہے!

اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ شہید کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور اس کی ازواج سے دوسرے شادی کر سکتے ہیں لیکن رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ترکہ تقسیم نہیں ہوا اور آپ کی ازواج کو دوسروں کیلئے حرام کر دیا گیا کہ وہ مومنین کی مائیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ شہداء سے کہیں عالی و بلند ہے۔

سوال...... بعض لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا 'بشر' کہتے ہیں' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا تو بڑی بے با کی اور گستاخی کی بات ہے' جلیل القدر فرشتوں اور پیغمبروں جیسا بھی نہیں کہہ سکتے کہ آپ سب کے سردار ہیں۔ ہیرا اگرچہ پتھر ہے مگر کوئی ناداں اس کو پتھر نہیں کہتا۔ ہیرے اور عام پتھر میں کوئی نسبت ہی نہیں' وہ انمول ہے اور اس کو کوڑیوں کے مول بھی کوئی لینے کیلئے تیار نہیں۔

سوال......دین اور شریعت میں کیا فرق ہے؟

جواب......دین تو ایک ہی ہے یعنی اسلام' البتہ شریعت بدلتی رہی ہے۔ یہ تبدیلی قوموں کے مزاج اور زمانے کے تقاضوں کے تحت ہوتی رہی لیکن ایک شریعت کے نفاذ کے بعد دوسری شریعت کو منسوخ کیا جاتا رہا۔

شریعت کے معنی راستے کے ہیں' ایک منزل تک پہنچنے کیلئے یکے بعد دیگرے مختلف راہیں اختیار کی گئیں اور بالآخر منزل آ گئی اور شریعت اسلامیہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نافذ کر دی گئی۔

سوال......بعض بزرگوں کی زبان سے ایک لفظ طریقت بھی سنا ہے' یہ کیا ہے؟

جواب......دراصل طریقت' شریعت کی روح ہے۔ جس طرح جسم اور روح الگ الگ نہیں اسی طرح شریعت و طریقت الگ الگ نہیں۔ اوامر و نواہی کی ظاہری اتباع میں روح اخلاص شریک نہ ہو اور عشق کامل دمساز نہ ہو حق اتباع ادا نہیں ہو سکتا۔ یہی اتباع دراصل طریقت ہے۔ یہ بات عالم و عارف کی صحبت میں پیدا ہوتی ہے' کتابوں سے پڑھ کر نہیں آتی۔ اسی لئے قرآن کریم میں سورۂ فاتحہ میں بندوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ یہ دعا مانگو کہ ہم کو محبوبوں کے راستہ پر چلا۔ پس طریقت سے آگاہی کیلئے ضروری ہے کہ کسی خدا کے محبوب بندے کا دامن ہاتھ میں ہو۔

ایمان و یقین

سوال......مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

جواب......مسلمان وہ ہے کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ کے پاس سے لائے ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو دل و زبان سے تسلیم کرے، اس پر عمل کرے اور اس کے ہاتھ پاؤں سے لوگ محفوظ رہیں۔

سوال......منافق کسے کہتے ہیں؟

جواب......منافق وہ ہے جس کی زبان اقراری ہو اور دل باغی۔ بخاری شریف میں اس کی ان علامتوں کا ذکر ہے:۔

☆ جب بولے، جھوٹ بولے۔

☆ جب وعدہ کرے، وعدہ خلافی کرے۔

☆ جب امین بنایا جائے، خیانت کرے۔

☆ جب لڑے، گالیاں دے۔

سوال......کافر و مشرک کون لوگ ہیں؟

جواب......**کافر** وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی لائی ہوئی چیز کا انکار کرے اور **مشرک** وہ ہے جو اللہ کی ذات و صفات میں دوسروں کو شریک کرے۔

سوال......کیا کافر و مشرک کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ ملے گا؟

جواب......اگر دنیا میں حاکم اپنے سرکش محکوم اور افسر اپنے سرکش ملازم کے نیک کاموں پر انعام دیتا تو شاید یہ ممکن ہوتا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا بلکہ ہزار نیکیوں کے باوجود سرکش و باغی انسان کو اس کی سرکشی اور بغاوت کی پوری پوری سزا دی گئی۔

سوال......ایمان کس کیفیت کا نام ہے؟

جواب......بخاری شریف میں ہے کہ یقین کل کا کل ایمان ہے یعنی ایمان یقین کی مخصوص کیفیت و حالت کا نام ہے جس کا مرکز و محور ذاتِ الٰہی ہے۔ مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ خدا کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق، احکام الٰہی بجالائے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دل و جان سے پیروی کرے جو اقرار کرتا ہے اور تصدیق نہیں کرتا، منافق ہے اور اس کا حال کافر سے بدتر ہوگا۔ جو زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے تصدیق بھی کرتا ہے لیکن اس کے احکام بجا نہیں لاتا وہ فاسق ہے اور جو زبان سے اقرار کرتا ہے، دل سے تصدیق کرتا ہے اور احکام بھی بجالاتا ہے مگر دین میں ایسی نئی بات نکالتا ہے جو معین شریعت نہیں بلکہ مخالف ہے وہ بدعتی ہے۔

سوال......ایمان مجمل اور امان مفصل کسے کہتے ہیں؟

جواب......ایمان مجمل یعنی ان باتوں کی تصدیق جن میں ضروریاتِ دین کی کچھ تفصیل نہ ہو اور وہ یہ ہیں:۔

اٰمنت باللّٰہ کما ھو باسمآئہٖ وصفاتہٖ وقبلت جمیع احکامہٖ

اقرارٌ باللسان و تصدیقٌ بالقلب ط

ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے قبول کئے اس کے تمام احکام۔

ایمان مفصل یعنی ان باتوں کی تصدیق جن میں ضروریاتِ دین کی تفصیل موجود ہو اور وہ یہ ہیں:۔

اٰمنت باللّٰہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسولہٖ والیوم الاٰخر

والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللّٰہ تعالیٰ والبعث بعد الموت ط

ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر

اور اس پر کہ نیکی اور بدی کا اندازہ اللہ کی طرف سے ہے اور موت کے بعد اُٹھنے پر ایمان لایا۔

ان کلمات کے بعد وہ کلمے بھی کہنے چاہئیں جن میں اس کی معبودیت اور پاکی وغیرہ بیان کی گئی ہے اور ان کی تصدیق کرنی چاہئے اور وہ مندرجہ ذیل چھ کلمے ہیں:۔

اوّل کلمہ طیبہ......اس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔

لا الٰہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ ط

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ (عزّ وجل) کے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

دوسرا کلمہ شہادت:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمّدا عبدہ ورسولہ ط

یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ (عزّ وجل) کے سوا کوئی معبود نہیں

اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تیسرا کلمہ تمجید:

سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ط ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ط

پاک ہے اللہ تعالیٰ اور تمام تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے

اور کوئی بھی قوت وطاقت بزرگ و برتر اللہ تعالیٰ (کی مدد) کے بغیر (میسر) نہیں۔

چوتھا کلمہ توحید:

لا اِلٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھو حی لا یموت ابدا ابدا ط

ذالجلال والاکرام ط بیدہ الخیر ط وھو علیٰ کل شیْ قدیر ط

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کیلئے بادشاہی ہے اور اسی کیلئے تعریف ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ اسی کے ہاتھ میں ہر قسم کی بھلائی ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

پانچواں کلمہ استغفار:

استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب اذنبتہ عمدا او خطأ سرا او علانیۃ واتوب الیہ

من الذنب الذی اعلم ومن الذنب الذی لا اعلم انک انت علام الغیوب

وستار العیوب وغفار الذنوب ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ط

میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں جو میرا پروردگار ہے ہر گناہ سے جو میں نے جان بوجھ کر کیا یا بھول کر، چھپ کر کیا یا ظاہر ہو کر اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اُس گناہ سے جس کو میں جانتا ہوں اور اُس گناہ سے جس کو میں نہیں جانتا (اے اللہ) بیشک تو غیبوں کا جاننے والا اور عیبوں کا چھپانے والا اور گناہوں کا بخشنے والا ہے اور گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے جو بہت بلند عظمت والا ہے۔

چھٹا کلمہ ردّ کفر:

اللّٰھم انی اعوذبک من ان اشرک بک شیئا و انا اعلم بہ و استغفرک لما لا اعلم بہٖ تبت عنہ

وتبرات من الکفر والشرک والکذب والغیبۃ والبدعۃ والنمیمۃ والفواحش والبھتان

والمعاصی کلھا واسلمت واقول لا الہ الا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ ط

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جانتے بوجھتے ہوئے تیری ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہراؤں اور تیری حفاظت چاہتا ہوں اس بات سے کہ ناواقفیت اور لاعلمی کی حالت میں مجھ سے تیری جناب میں کسی شرک خفی کا ارتکاب ظہور میں آئے اپنی گذشتہ زندگی میں جو گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ان کی معافی چاہتا ہوں اور آئندہ کیلئے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے اور خاص طور پر کفر، شرک، جھوٹ، غیبت، بدعت، چغل خوری، فحش کاری، بہتان طرازی اور افتراء پردازی اور ان جیسے دوسرے بڑے گناہوں سے بالخصوص بچنے کی توفیق تجھ سے طلب کرتا ہوں آخر میں زبان حال اور زبان قال سے تجدید ایمان کرتے ہوئے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہیں۔

سوال......کیا اُخروی نجات کیلئے ایمان ضروری ہے؟

جواب...... جی ہاں ضروری ہے جس طرح دنیاوی معاملات میں دنیاوی حاکموں کے حکم پر چل کر ہی انسان ناگہانی مصیبتوں سے بچا رہتا ہے اور سرتابی کی صورت میں خواہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو عقوبت وسزا سے بچ نہیں سکتا' اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس ایمان نہیں اور وہ دنیا بھر کی نیکیاں کرتا ہے تو یہ نیکیاں کسی حساب میں نہیں کہ اصل نیکی اطاعت وبندگی ہے۔

سوال......کیا باطل کی قوتوں کے خلاف جہاد ضروری ہے؟

جواب...... باطل کی قوتوں کے خلاف جہاد جزوایمان ہے۔ ممکن ہو ہاتھ سے جہاد کرے ورنہ زبان سے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے تو برا جانے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

سوال......کیا نیکی وبدی اور خیروشر سب اللہ کی طرف سے ہے؟

جواب...... جی ہاں! سب اسی کی جانب سے ہے لیکن نیکی کو اس کی طرف نسبت دینی چاہئے اور بدی کو اپنی طرف۔ اس بات کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک حاکم اعلیٰ' ماتحت حاکم کو اختیار دیتا ہے اور وہ اس اختیار کو نیک کاموں کے بجائے برے کاموں میں صرف کرتا ہے' تو اب برے کاموں کی نسبت اس نافرمان ماتحت حاکم ہی کی طرف کی جائے گی لیکن جس اختیار سے وہ برے کاموں پر قادر ہوا وہ بہرحال حاکم اعلیٰ کا دیا ہوا تھا اس لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ اچھے اور برے کام حقیقتاً حاکم اعلیٰ کی طرف سے ہیں مگر کوئی معقول انسان حقیقتاً ان برے کاموں کا ذمہ دار حاکم اعلیٰ کو نہیں ٹھہرا سکتا۔

سوال......آپ کہتے ہیں کہ انسان بااختیار ہے مگر بعض اوقات تو بالکل مجبور ہوتا ہے تو آخر انسان مجبور ہے یا مختار؟

جواب...... بالکل ممکن ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ مثلاً ایک حاکم اعلیٰ نے ماتحت افسر کو کچھ اختیارات دیئے' وہ افسر ان اختیارات کی حدود میں یقیناً مختار ہے مگر حدود سے باہر مجبور ہے۔ پس اگر ماتحت افسر سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو حاکم اعلیٰ اس غلطی کے بارے میں بازپرس کرے گا جو اس کے دائرۂ اختیار میں ہے اور یہ بازپرس کرنا عین تقاضائے عدل ہے۔

اہل بیت و اصحاب

سوال......اہل بیت میں کون کون سی ہستیاں شامل ہیں؟

جواب......اولاد اور ازواج رسول علیہ الصلوۃ والسلام اہل بیت میں شامل ہیں۔اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔ازواج مطہرات بدرجہ اولیٰ بیت میں شامل ہیں کیونکہ قرآن کریم میں ان کو مومنین کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔

سوال......کیا اہل بیت کی محبت حسن عاقبت کیلئے ضروری ہے؟

جواب...... بے شک ضروری ہے۔ان کی محبت درحقیقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی محبت ہے اور ظاہر ہے آپ کی محبت پر حسن عاقبت کا دارومدار ہے۔

سوال......حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کیا مقام ہے؟

جواب......آپ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔حضرت خدیجۃ الکبریٰ' حضرت عائشہ صدیقہ' حضرت مریم' حضرت آسیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن افضل ترین عورتوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

سوال......حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرتبے بھی بتا دیجیے۔

جواب......حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازے ہیں اور حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیلئے فرمایا ہے وہ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔اور بھی احادیث آئی ہیں۔

سوال......آپ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل بیت سے ہیں اور افضل ترین عورتوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے لیکن بعض لوگ آپ پر لعن طعن کرتے ہیں۔

جواب......حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بعض لوگوں نے آپ کو متہم کیا تھا لیکن قرآن کریم میں ان کیلئے سخت وعید آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ملعون قرار دیا جو آیات برات کے بعد بھی باز نہ آئے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شرافت و بزرگی پر قرآن کریم گواہ ہے اور اس سے بڑھ کر اور کس کی گواہی ہوگی!

جو لوگ اب بھی لعن طعن کرتے ہیں وہ اس ناخلف اور سرکش اولاد کی مانند ہیں جو اپنی ماں سے بیزار ہیں۔قرآن کریم میں ازواجِ مطہرات کو مومنین کی مائیں قرار دیا ہے۔ وازواجه امهاتهم (الاحزاب:۶:۲۱)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس مسلمانوں کی محبت کا مرکز ہے جس سے جتنا آپ کو تعلق ہے اس سے اتنی ہی محبت ہونی چاہئے۔یہ ایمان اور محبت کا تقاضا ہے لیکن خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہم جذبات نفسانی سے مغلوب ہو کر اس مرکز کو منتقل کرتے ہیں پھر ہماری نگاہوں سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت والفت اوجھل ہو جاتی ہے۔

ازواجِ مطہرات کیلئے تو خود قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں میں سے کسی ایک کی مثل نہیں ہو (یعنی عورتوں میں بے مثال ہو) (الاحزاب:۳۲:۴)

سوال......بعض لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور سینہ کوبی اور سینہ زنی کرتے ہیں اور آہ وبکا بھی کرتے ہیں۔ کیا یہ تمام چیزیں جائز ہیں؟

جواب......حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں مجلسیں منعقد کرنا تو بہت ہی اچھی بات ہے لیکن چونکہ خود اہل بیت اطہار نے سینہ کوبی اور سینہ زنی کی ممانعت فرمائی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا ہے اسلئے یہ اچھی چیز نہیں' مسلمانوں کو اس عمل سے پرہیز کرنا چاہئے۔

وصال سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اور مجھے گریۂ فریاد اور نالہ سے آزار نہ دینا۔ (ملا باقر مجلسی: حیات القلوب، ص ۱۰۵)

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پر خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر آپ نے صبر کا حکم نہ فرمایا ہوتا اور جزع فزع سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آج آنکھوں اور دماغ کا پانی رو رو کر خشک کر دیتے۔ (نہج البلاغۃ، جلد اوّل، ص ۴۹۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وصیت فرمائی:

اے فاطمہ! میری رحلت پر اپنا چہرہ نہ چھیلنا' گیسو پراگندہ نہ کرنا' واویلہ نہ کرنا' نوحہ نہ کرنا' نوحہ کرنے والیوں کو نہ بلانا۔
(حیات القلوب، ج ۲ ص ۵۳۸' ۸۵۲۔ جلاء العیون ص ۳۳۔ فروع کافی، ج ۲ ص ۲۲۸)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وصیت فرمائی:

جب میں شہید ہو جاؤں تو خبردار میرے غم میں گریبان چاک نہ کرنا اور نہ سینہ پیٹنا' نہ منہ پیٹنا۔ (اولاد بلگرامی ذبح عظیم' دہلی، ص ۲۳۸)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ملتا ہے:

جو لوگ اپنی عورتوں کو ماتم و نوحہ کی مجالس میں جانے کی اجازت دیتے ہیں اور باریک کپڑا پہننے سے منع نہیں کرتے' ایسے لوگوں کو اوندھا ڈال کر اور کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (فروع کافی، ج ۲ ص ۲۲۳ بحوالہ جلاء العیون)

احادیث میں سینہ کوبی اور سینہ زنی کرنے والی کیلئے بڑی وعید آئی ہے پھر آلِ رسول علیہ السلام اس کو کیسے جائز کر سکتی تھی۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں یہ حدیث ہے، وہ شخص اُمتِ محمد یہ سے خارج ہے جو اپنے گالوں کو پیٹے' گریبانوں کو پھاڑے اور جاہلیت کے بول بولے۔

اسی طرح ایک اور حدیث مسلم شریف' بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف میں **ملتی** ہے جس میں نوحہ اور ماتم کرنے والوں اور سننے والوں پر لعنت کی ہے۔

فی الحقیقت مسلمان کو وہی راستہ اختیار کرنا چاہئے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل سے ظاہر ہے۔

حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب فرمایا ہے، دشمنوں کو معاف کرنا ہمارا کام ہے اور یہ وِرثہ ہمیں آل یعقوب سے ملا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرنا ہمارا شیوہ ہے جو آل ایوب سے ہم نے وِراثت میں پایا ہے۔ (فروع کافی، ج ۳ ص ۱۴۴۔ حیات القلوب، ج ا ص ۱۰۳' ۲۲۸)

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بڑی بے صبری کے کام یہ ہیں، واویلہ کرنا' چیخنا' چہرہ اور سینہ کوبی کرنا' سر اور پیشانی کے بال نوچنا اور جس نے نوحہ و ماتم کرنے والوں کو لا کھڑا کیا اس نے صبر کو ترک کیا اور طریق اسلام کے خلاف اور طریقہ اختیار کیا اور جس نے صبر کیا اور اللہ کی تقدیر پر راضی رہا' وہ رحمتِ الٰہی کا سزاوار اور مستحق اجر ہوا اور جس نے صبر نہ کیا اس کے اعمال اللہ تعالیٰ ضائع کردے گا۔ (حیات القلوب، ج ۲ ص ۸۰۳' ۸۰۴' ۸۲۲)

مندرجہ بالا تمام احادیث اور اقوال آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے **معلوم** ہوتا ہے کہ سینہ کوبی و سینہ زنی بلکہ ہر وہ **عمل** جس سے بے صبری ظاہر ہوتی ہو' آل رسول کے نزدیک اچھا نہیں۔

در حقیقت سینہ کوبی' سینہ زنی کرنا محبت نہیں بلکہ اپنی زندگی کو آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے سانچہ میں ڈھالنا سچی محبت ہے۔

پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ سیّد الشہدا ء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ کربلا میں جس مصیبت و تکلیف سے دوچار ہوئے وہ آنی تھی۔ اس کے بعد محبوبیت اور سیادت کا تاج آپ کے فرق مبارک پر رکھا گیا' ایسی حالت میں سینہ کوبی کرنا اور بھی نامعقول معلوم ہوتا ہے' ہاں وہ لوگ جنہوں نے آپ کو شہید کیا قیامت تک آہ و بکا کریں کہ انہوں نے وہ گناہ کیا ہے جس کا داغ دھل نہیں سکتا۔

اہل محبت میں اگر کوئی ماتم کرتا ہے تو اس کو سمجھایئے کہ اس کی نظر میدانِ کربلا سے آگے نہ بڑھی اور اس نے خاک و خون کربلا کی شفق سے آفتاب درخشاں اُبھرتا ہوا نہیں دیکھا۔ اس سے کہئے کہ شب تیرہ کا ماتم نہ کرو' صبح فروزاں کو خوش آمدید کہو اور اس کی چمک سے خاکدان تیرہ کو چمکاؤ اور فخر سے دنیا کے سامنے کہو کہ ہم وہ ہیں جو ظلم و استبداد کے خلاف اُٹھتے ہیں تو جان کو جان نہیں سمجھتے۔ ہم طوفان بن کر اُٹھتے ہیں اور سیلاب بن کر چھا جاتے ہیں۔ ہم حق گو ہیں' ہم حق آگاہ ہیں۔

سوال......صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب......جو شخص ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا ہو اس کو صحابی کہتے ہیں۔

سوال......کیا ان سے محبت کرنا بھی ضروری ہے؟

جواب...... ہر اس شخص سے محبت کرنا ضروری ہے جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے محبت فرمائی۔

سوال......کیا قرآن وحدیث میں بھی صحابہ کیلئے کچھ ہدایات آئی ہیں؟

جواب......قرآن کریم میں مہاجر وانصار کیلئے آیا ہے' رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ جب خدا ان سے راضی ہو تو پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ ان سے ناراضگی کا اظہار کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو صحابہ سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور جو دشمنی کرتا ہے وہ میری دشمنی کی وجہ سے دشمنی کرتا ہے جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے خدا کو تکلیف دی اور جس نے خدا کو تکلیف دی پس قریب ہے کہ خدا اس سے مواخذہ فرمائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کی محبت کو اپنی محبت اور صحابہ کی دشمنی کو اپنی دشمنی قرار دیا۔ اس لئے مسلمانوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا پورا پورا احترام کرنا چاہئے۔

سوال......خلفاء اربعہ کن کن صحابیوں کو کہتے ہیں؟

جواب......حضرت صدیق اکبر' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلفاء اربعہ کہتے ہیں۔

سوال......مسلمانوں میں ایک فرقہ بعض خلفاء کے خلاف اور ان سے بدگمان ہے' کیا یہ بدگمانی صحیح ہے؟

جواب...... بدگمانی تو ایک معمولی مسلمان کے ساتھ بھی جائز نہیں چہ جائیکہ جلیل القدر خلفاء وصحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ہماری محبتوں کا مرکز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے جن سے آپ کو اُنسیت ومحبت ہے اور جنہوں نے آپ کے ساتھ جانثارانہ برتاؤ کیا ہے وہ یقیناً محبت کے لائق ہیں اور ان کی محبت جزو ایمان ہے۔

خلفاء اربعہ کے درمیان بڑی چاہت اور محبت تھی اور اس کی وجہ یہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سب کا فداکارانہ تعلق تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیلئے فرمایا:

☆ یہ دونوں پیشوا عادل ومنصف تھے' سچائی پر تھے اور سچائی ہی پر انہوں نے وصال فرمایا۔

☆ اور مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً اسلام میں ان دونوں کا مقام بہت بلند عظیم ہے۔

(شرح نہج البلاغۃ لابن میثم البحرانی، ج۳ ص۴۸۶، طبع طہران ۱۲۷۶ھ)

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیلئے فرمایا:

☆ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا۔

الغرض ان حضرات میں کوئی رنجش وکدورت نہیں تھی اور ہوتی بھی کیسے جب اسلام میں کینہ پروری کی سخت ممانعت ہے اور اس کیلئے سخت وعید ہے۔ اس لئے کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جو باتیں ان کے آپس میں نہ ہوں وہ خواہ مخواہ پیدا کرکے اپنی عاقبت خراب کرے۔

سوال...... حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں بعض حضرات کو اعتراض ہے' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب...... یہ اعتراض ان مسلمانوں کو ہونا چاہئے تھا جو آپ کے زیرِ خلافت رہے' کیونکہ خلافت کا براہِ راست تعلق انہیں سے تھا۔ اب کسی کا اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے عرصہ دراز کے بعد ایک مالک کا کوئی فرد صدیوں پہلے گزرے ہوئے کسی بادشاہ کے خلاف آواز بلند کرے۔ ایسا نامعقول انسان نظر نہیں آتا۔ پھر جیسا کہ ابھی عرض کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ جلیل القدر صحابی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رفیق غار' اس لئے مسلمان کو چاہئے کہ آپ پر اعتراض کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلافت کیلئے واضح ارشاد نہیں فرمایا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا میلان طبع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرف تھا۔ مندرجہ ذیل حقائق اس امر کی وضاحت کیلئے کافی ہیں:۔

☆ وصال سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سالی حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے جو آپ کی زوجہ مطہرہ تھیں لیکن پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے آئے اور آخر وقت تک یہیں قیام فرمایا۔

☆ وصال سے قبل ضعف ونقاہت کی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ امام بنایا' چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اچانک وصال نہیں ہوا بلکہ آپ علیل رہے اور اس دوران میرے ہوتے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے امامت کرائی (یعنی اگر مجھے جانشین بنانا ہوتا تو قولاً عملاً یا کم از کم اشارۃً کچھ فرماتے اس کیلئے علالت کا وقفہ کافی تھا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا) اسلئے جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مسلمانوں نے آپ سے بیعت کی اور میں نے بھی ان کے ساتھ بیعت کر لی۔ (کنز العمال' طبع قدیم' ج۶ ص۸۲ ملخصاً)

حیات القلوب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ وصیت ملتی ہے جس کے راوی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں' جو شخص میرے بعد والی امر ہو میں اسے خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ (ص:۸۵-۱)

اس روایت سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حتمی طور پر کسی کا نام نہ لیا تھا اور وہ جو واقعہ قرطاس کے پیش نظر اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے' بے حقیقت ہے کیونکہ اگر آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں وصیت کرنی ہوتی تو ایام صحت میں ارشاد فرما دیتے' یہ بات اتنی معمولی نہ تھی کہ وقتِ وصال اس کا اظہار کیا جاتا لیکن یہ شاہان عالم کی رسم کہن تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر عمل نہ فرمایا۔

سوال......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس بناء پر فضیلت حاصل ہے؟

جواب......حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کی کوئی وجوہات ہیں' من جملہ ان کے چند یہ ہیں:۔

☆ مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول فرمایا۔

☆ ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی خدمت و رفاقت کیلئے منتخب فرمایا۔ آپ کی رفاقت کی شہادت خود قرآنِ پاک میں موجود ہے۔

☆ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ مطہرہ تھیں جن کے زانوں پر حضور علیہ السلام نے وصال فرمایا۔

سوال......کیا خلفاء اربعہ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رِشتہ داریاں بھی تھی؟

جواب......جی ہاں! جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات تھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رُقیہ اور اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہار ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی تھے یعنی ابوطالب کے صاحبزادے۔

اگر یہ نسبتیں قدر و منزلت کے لائق ہیں تو پھر سب کی قدر و منزلت کی جانی چاہئے۔ محبت میں حکومت و سیاست کو دخل نہیں' وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی محبت کو سیاست و حکومت میں آلودہ نہ کرے بلکہ پاک صاف رکھے۔

سوال......بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دامادِ رسول علیہ السلام نہ تھے' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب......ابھی ابھی عرض کیا گیا کہ آپ دامادِ رسول علیہ السلام تھے۔ چنانچہ حیات القلوب میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رُقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی ازواج تھیں۔ (ج۲،ص۱۶۳،۹۵۰،۹۹۸۹) پہلی اور دوسری صاحبزادی کے عقد سے آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سوال...... بعض لوگ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعن طعن کرتے ہیں' کیا یہ عمل صحیح ہے؟

جواب...... انسان کا نفس آزاد ہے جس پر چاہے لعن طعن کرے' لیکن یہ بڑی جرأت کی بات ہے اور مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مسلمان پر لعن طعن کرے چہ جائیکہ صحابہ اور وہ بھی جلیل القدر صحابہ (معاذ اللہ)۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اپنے دشمن پر لعنت نہ بھیجی اور یہ فرمایا کہ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس مسلمان کا عمل خصوصاً عاشق اہل بیت کا عمل سنت کے خلاف نہ ہونا چاہئے۔

دنیا میں ہزاروں مذاہب اور فرقے بستے ہیں مگر کوئی ایسا فرقہ ایسا نہیں جس نے دوسرے فرقہ کے اکابر پر لعن طعن کو اپنا شعار بنایا ہو۔ مسلمانوں کو مشرکین سے سخت اختلاف ہے لیکن نہ ان کی مجلسوں میں اور نہ ہماری مجلسوں میں دشنام طرازیوں اور لعن طعن کا کوئی سلسلہ ہے۔ یہی حال یہود و نصاریٰ کی محفلوں کا ہے۔ لعن طعن والی بات نامعقول بھی ہے اور ناشائستہ بھی اور جاہلانہ بھی۔ اسی لئے اس جدید دنیا میں ایسی نامعقولیت کہیں نظر نہیں آتی۔

اگر کوئی مسلمان اتنا تنگ نظر اور تنگ حوصلہ ہے تو اس کو غور کرنا چاہئے کہ ہر انسان اپنے ساتھیوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے اگر ہم نے صحابہ کو برا بھلا کہا (معاذ اللہ) تو غیر مسلم سوال کرنے والا سوال کرسکتا ہے کہ جب رفیقوں کا یہ حال ہے تو ہم کیسے سمجھ لیں کہ وہ نبی محترم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایسا ہی تھا جیسا تم کہتے ہو......؟ گویا ہم اپنی ناعاقبت اندیشی سے اسلام کے ستونوں کو منہدم کر رہے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ صحابہ کی عظمت کو اُجاگر کریں کہ اسلام کی عظمت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل بیت اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے وابستہ ہیں۔

سوال...... بعض لوگ خلافت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اوّلیت دیتے ہیں' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب...... دورِ قدیم کا انسان طبعاً وِراثت پرست تھا اور اس ذہنیت نے شاہ پرستی کو جنم دیا تھا۔ ایک بادشاہ مرتا' اس کا بیٹا اس کا جانشین بنا دیا جاتا' اسلام نے شاہ پرستی اور وِراثت پرستی کی اس سیاست کو ختم کیا' یہ بڑا انقلاب تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہنے میں ایک حکمت جلیلہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو ممکن تھا کہ آپ کے بعد دستور قدیم کے مطابق آپ کے فرزند گرامی کو خلیفہ بنا دیا جاتا اسلئے جب کفار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طعنہ دیا کہ آپ ابتر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں ابتر تو وہ ہیں کہ اب ان کی شاہ پرستی کی سیاست ابتر ہوچکی ہے اور دنیا نے دیکھا کہ وہ سیاست واقعی ابتر ہوچکی اور ہورہی ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی اوّلیت میں یہی ذہنیت کارفرما ہو۔ بہرکیف مسلمانوں پر لازم ہے کہ خلفاء نے جس چیز کو اپنے لیے پسند نہ فرمایا اور خاموش رہے' ہم بھی خاموش رہیں اور خواہ مخواہ مدعی بن کر گمراہ نہ ہوں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ان میں سے کسی کو عہدے کی تمنا نہ تھی' ان کی معاشرت اس پر گواہ ہے۔ جس کو لالچ ہوتا ہے وہ دوڑتا پھرتا ہے۔ یہ حضرات ان آلائشوں سے پاک تھے۔

مجتہد شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی نے اپنی کتاب احتجاج طبرسی میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے دریافت کیا، کیا آپ نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت کرلی ہے تو حضرت نے فرمایا، ہاں بیعت کرلی ہے۔ (احتجاج الطبرسی' مطبوعہ مشہد ۱۳۰۲ھ' ص ۵۰) اس لئے خلافت کے بارے میں جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اوّلیت دیتے ہیں وہ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی منشاء کے خلاف کرتے ہیں۔

مجتہدین و اولیاء و علماء

سوال..... مسلمان کیلئے تقلید ضروری ہے؟

جواب..... تقلید تو ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے بلکہ دیکھا جائے تو ہر انسان کیلئے ضروری ہے۔ دنیا کی تمام ترقیوں کا دارومدار اسی تقلید پر ہے اگر انسان تقلید نہ کرے تو اس کیلئے چلنا پھرنا' پہننا' اوڑھنا' کھانا پینا اور سوچنا اور سمجھنا مشکل ہو جائے۔ جب تقلید کے بغیر عام زندگی گزارنا مشکل ہے تو مذہبی زندگی کیسے گزاری جاسکتی ہے؟ قرآن حکیم میں خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرات ابراہیم خلیل اللہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے' اس لئے مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ مجتہدین کرام کی تقلید کریں۔

سوال..... مجتہدین کون لوگ ہیں؟

جواب..... مجتہدین تو بہت گزرے ہیں مگر یہ چار مشہور ہیں' یعنی

١ ..... حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... آپ کے پیرو حنفی کہلاتے ہیں۔

٢ ..... حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... آپ کے پیرو شافعی کہلاتے ہیں۔

٣ ..... حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... آپ کے پیرو مالکی کہلاتے ہیں۔

٤ ..... حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... آپ کے پیرو حنبلی کہلاتے ہیں۔

مسلمان مختار ہیں جس امام کی چاہیں پیروی کریں۔

سوال..... کیا سب مجتہد حق پر ہیں؟

جواب..... جی ہاں سب حق پر ہیں کیونکہ سب ہی نے علوم قرآن و حدیث میں امکان بھر غور و فکر کر کے بڑی تحقیق سے مسائل نکالے ہیں اور اسلامی فقہ کو مرتب کیا ہے' یہ ان حضرات کا ہم مسلمانوں پر احسان عظیم ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق قرآن کریم جمع کیا' محدثین فقہاء نے حدیث و فقہ کی تدوین کی۔ ایسی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی' کسی مذہب میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا جو محدثین کرام اور فقہائے عظام نے کیا ہے۔

مجتھدین و اولیاء و علماء

سوال...... مسلمان کیلئے تقلید ضروری ہے؟

جواب...... تقلید تو ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے بلکہ دیکھا جائے تو ہر انسان کیلئے ضروری ہے۔ دنیا کی تمام ترقیوں کا دارومدار اسی تقلید پر ہے اگر انسان تقلید نہ کرے تو اس کیلئے چلنا پھرنا' پہننا' اوڑھنا' کھانا پینا اور سوچنا اور سمجھنا مشکل ہو جائے۔ جب تقلید کے بغیر عام زندگی گزارنا مشکل ہے تو مذہبی زندگی کیسے گزاری جاسکتی ہے؟ قرآن حکیم میں خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے' اس لئے مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ مجتہدین کرام کی تقلید کریں۔

سوال...... مجتہدین کون لوگ ہیں؟

جواب...... مجتہدین تو بہت گزرے ہیں مگر یہ چار مشہور ہیں' یعنی

۱...... حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... آپ کے پیرو حنفی کہلاتے ہیں۔

۲...... حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... آپ کے پیرو شافعی کہلاتے ہیں۔

۳...... حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... آپ کے پیرو مالکی کہلاتے ہیں۔

٤...... حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...... آپ کے پیرو حنبلی کہلاتے ہیں۔

مسلمان مختار ہیں جس امام کی چاہیں پیروی کریں۔

سوال...... کیا سب مجتہد حق پر ہیں؟

جواب...... جی ہاں سب حق پر ہیں کیونکہ سب ہی نے علوم قرآن و حدیث میں امکان بھر غور و فکر کر کے بڑی تحقیق سے مسائل نکالے ہیں اور اسلامی فقہ کو مرتب کیا ہے' یہ ان حضرات کا ہم مسلمانوں پر احسان عظیم ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق قرآن کریم جمع کیا' محدثین فقہاء نے حدیث و فقہ کی تدوین کی۔ ایسی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی' کسی مذہب میں یہ اہتمام نہیں کیا گیا جو محدثین کرام اور فقہائے عظام نے کیا ہے۔

سوال......کیا مجتہدین میں کسی نہ کسی کی پیروی ضروری ہے؟

جواب......جی ہاں ضروری ہے کیونکہ اتنا وقت کس کے پاس ہے کہ خود قرآن کریم میں غور و خوض کر کے مسائل نکالے اور پھر ان پر عمل کرے۔ آج کل تو قرآن پڑھنا مشکل ہو گیا ہے قرآن فہمی کی بات تو بہت اونچی ہے۔ اس کیلئے تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔

سوال......حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صرف قرآن حکیم تھا اور کوئی چیز نہ تھی تو پھر ہمارے لئے اتنے سارے دینی علوم کی کیا ضرورت ہے؟

جواب......عہد نبوی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں دوسرے علوم کی اس لئے ضرورت پیش نہ آئی کہ خود حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم موجود تھے جس کو جس مسئلے میں جب ضرورت پیش آئی پوچھ لیا لیکن عہد نبوی کے بعد اسلام کا حلقہ وسیع ہوا اور بہت سی عجمی قومیں مشرف بہ اسلام ہوئیں اور اسلام کے خلاف دشمنوں نے ہاتھ پیر نکالے اور نئے نئے حوادث رونما ہوئے تو آئمہ مجتہدین اس طرف متوجہ ہوئے اور تفسیر، حدیث وفقہ کا ایک قابل قدر ذخیرہ فراہم کیا۔

سوال......اہل سنت وجماعت میں کون لوگ ہیں؟

جواب......وہ مسلمان جو سلف صالحین کے راستے پر گامزن اور محبت واُلفت اور جاں نثاری وفدا کاری کیساتھ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سنت پر ثابت قدم ہیں۔

سوال......کیا علوم ظاہری کے مقابلے میں علوم باطنی بھی ہیں، بعض لوگ انکار کرتے ہیں۔

جواب......تنگ نظری کی بناء پر ہم ہر اس چیز سے انکار کر دیتے ہیں جس کو ہماری آنکھ نہیں دیکھتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بدن کے ہوتے ہوئے روح بھی ہے اسی طرح علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی بھی ہیں اور جس طرح علوم ظاہری سے ظاہری احوال ٹھیک ہوتے ہیں اسی طرح علوم باطنی سے باطنی احوال ٹھیک ہوتے ہیں۔ علم ظاہر تو ہر عالم کے پاس مل جاتا ہے مگر علم باطن ہر کس وناکس کے پاس نہیں ملتا۔ اس کے حامل حضرات اہل اللہ ہیں رضی اللہ تعالی عنہم اور اہل اللہ کی پہچان یہ ہے کہ ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ وپیراستہ ہو، ان کا قول وعمل سنت کے مطابق ہو اور اعتقاد صحیح کے ساتھ ان کی صحبت میں اللہ تعالی کی طرف رغبت ہو۔ ایسا انسان میسر آجائے تو اس کے دامن سے وابستہ ہو کر علوم باطن حاصل کریں۔

سوال...... پیر کیلئے کن شرائط کا ہونا ضروری ہے؟

جواب...... پیر کیلئے ضروری ہے کہ صحیح العقیدہ سنّی ہو‘ علوم شریعت سے اتنا واقف ہو کہ ضرورت کے مطابق مسائل معلوم کر سکے۔ صاحبِ اجازت ہو اور اس کا سلسلہ طریقہ متصل ہو منقطع نہ ہو۔ پیر کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تارک دنیا اور گوشہ نشین ہو‘ وہ ہنر پیشہ بھی ہوسکتا ہے‘ تاجر بھی ہوسکتا ہے‘ ملازم پیشہ بھی ہوسکتا ہے‘ حاکم و بادشاہ بھی ہوسکتا ہے‘ فقیر و مسکین بھی ہوسکتا ہے‘ یہ عطائے ربانی ہے جس کو جہاں چاہے نواز دے۔ ہاں جاہل ولی کامل نہیں ہوسکتا۔

سوال...... کیا ان حضرات کی پیروی بھی ضروری ہے؟

جواب...... جی ہاں! کامیاب زندگی گزارنے کیلئے ان کی پیروی بھی ضروری ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جس نے ان حضرات کی پیروی کی وہ خسارے میں نہیں رہا بلکہ زندگی میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس تاریخی حقیقت سے بڑھ کر اور کونسی شہادت ہوگی؟ اسکے علاوہ خود قرآن کریم میں سورۂ فاتحہ میں اسطرف متوجہ کیا گیا ہے انکی پیروی عین منشائے ربانی ہے۔

سوال...... یہ جو کہا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ نے قرآن وحدیث سے تجاوز کیا ہے اور شریعت کے راستے سے ہٹ گئے‘ یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

جواب...... ہرگز ایسا نہیں! حقیقتِ حال یہ ہے کہ لوگوں کو اولیاء اللہ کی پہچان میں مغالطہ ہوگیا۔ انہوں نے اپنے معیار کے مطابق کسی کو ولی سمجھ لیا پھر اس سے خلافِ شرع اُمور دیکھے تو مشہور کر دیا کہ اولیاء اللہ نے قرآن و حدیث سے تجاوز کیا ہے حالانکہ جو قرآن وحدیث سے تجاوز کرے وہ ولی تو ولی مسلمان بھی نہیں رہتا۔

ہاں یہ بات ضروری ہے کہ بعض اوقات دیکھنے میں بعض باتیں خلافِ شرع محسوس ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں نہیں ہوتیں تو ایسے اُمور میں خاموشی اختیار کی جائے خصوصاً جب کہ یہ معلوم ہو کہ وہ شریعت پر سختی کیساتھ قائم ہے اور اس سے کبھی خلافِ شرع امر سرزد نہیں ہوا اور نہ اس نے کبھی خلافِ شرع بات گوارہ کی۔

سوال...... کتنے اولیاء اللہ گزرے ہیں اور ان کے قائم کردہ مشہور سلسلوں کے کیا کیا نام ہیں؟

جواب...... اولیاء اللہ کا کوئی حدو شمار نہیں' اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے اولیاء اللہ پیدا ہوئے' کتنے اب ہیں اور کتنے آئندہ ہوں گے۔ فارسی' عربی اور اُردو کی بے شمار کتابوں میں ان میں سے ہزاروں کے حالات لکھے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ نیک انسان کے حالاتِ زندگی میں عجیب تاثیر ہوتی ہے۔ جس طرح اس کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں اسی طرح اس کے حالات بھی تاثیر سے خالی نہیں۔

مختلف اولیاء اللہ کی نسبت سے بے شمار سلاسل طریقت وجود میں آئے' جن میں سے یہ چار مشہور ہیں:۔

قادریہ...... یہ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہے۔

سہروردیہ...... یہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہے۔

چشتیہ...... یہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہے۔

نقشبندیہ...... یہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب ہے۔

مندرجہ بالا سلاسل میں یا کسی دوسرے سلسلے میں جہاں کہیں کوئی مرد کامل نظر آئے اس کے دامن سے وابستہ ہوجائے اور اس سے ہدایت حاصل کرے۔ جس طرح شاگردی اور تلمذ کے بغیر علمِ ظاہر نہیں ملتا اسی طرح بیعت اور ارادت کے بغیر علمِ باطن نہیں ملتا مگر جس پر اللہ کا فضل ہوجائے۔

سوال...... یہ جو کہا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ انسان کی تقدیر پلٹ دیتے ہیں' یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

جواب...... تقدیر تو اللہ ہی پلٹ سکتا ہے' ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض برگزیدہ بندوں کو لامحدود اختیارات سے نوازا ہے پس وہ ان اختیارات سے جس طرح چاہتے ہیں کام لیتے ہیں۔ جس طرح دنیا میں سربراہ مملکت ماتحت وزیروں کو اختیارات دیتا ہے اور وہ ان اختیارات کو استعمال کرتے ہیں تو دیکھنے میں تو وہ صاحبِ اختیار معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اختیار سربراہ مملکت ہی کا ہے۔ اسی طرح اختیار تو اللہ ہی کا ہے اب وہ جس کو چاہے اپنے کرم سے مختار بنادے۔

سوال...... کیا دین اسلام میں تبلیغ ضروری ہے؟

جواب...... تبلیغ کی تو ہر وقت ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد صحابہ' تابعین' تبع تابعین پھر صلحاء اُمت اور علماء اسلام نے اس فریضہ کو انجام دیا ہے۔ اگر حضرات صوفیاء اور علماء تبلیغ نہ فرماتے تو آج دنیا میں اسلام کو فروغ نہ ہوتا جو ہم دیکھ رہے ہیں' یہ انہیں کی کوششوں کی برکت ہے جس کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

سوال...... تبلیغ مشرکوں اور کافروں کو کی جائے یا مسلمانوں کو بھی؟

جواب...... حقیقی تبلیغ تو یہی ہے کہ کفار و مشرکین میں دین اسلام کو پھیلایا جائے لیکن اگر اتنی ہمت نہیں تو پھر ان مسلمانوں کی حالت دُرست کی جائے جو دین سے بیگانہ ہوگئے ہیں۔ یہ بھی ایک دینی خدمت ہے لیکن اس میں ذرا غرور اور گھمنڈ نہ ہونا چاہئے۔ جس کو اپنی نیکی پر غرور و تکبر ہوا وہ خدا کی نظر میں حقیر ہوا اور یہ بھی خیال رہے کہ علماء اہل سنت میں صحیح العقیدہ جو بھی عالم ہو اس کی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔

سوال...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ اب مشرکوں کو تبلیغ کی ضرورت نہیں بلکہ مسلمانوں کو ہے' یہ بات کہاں تک دُرست ہے؟

جواب...... مشرکین کو تبلیغ کی تو ہر وقت ضرورت ہے' اس وقت تک جب تک کہ وہ کافر و مشرک ہیں۔ البتہ یہ بات الگ ہے کہ ہمتیں اتنی پست ہوگئی ہیں کہ کفار کے سامنے اسلام پیش کرتے ڈر لگتا ہے جو ضعف ایمان کی دلیل ہے اور اس پر یہ تاویل کہ اب ضرورت نہ رہی سخت بے حیائی کی بات ہے۔

سوال...... کیا مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اہل و عیال کی ذِمہ داریوں سے بے پرواہ ہو کر تبلیغ کیلئے نکلیں؟

جواب...... پہلے اہل و عیال کی خبر لو' والدین ضعیف ہیں تو ان کی خدمت بہت ضروری ہے' یہ مذہب سے الگ کوئی چیز نہیں' عین مذہب ہے مگر بہت سے لوگ اس کو سمجھتے نہیں اور بے عقلی کی وجہ سے اس کو دنیا کی باتیں سمجھتے ہیں وہ شخص جو بال بچوں اور والدین کی خدمت سے بے نیاز ہو کر تبلیغ کیلئے نکلا' وہ گنہگار ہے۔ ہاں اگر ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو چکا ہے تو بیشک تبلیغ کیلئے چلا جائے اور اہل اللہ اور صلحائے اُمت نے جو صراطِ مستقیم دکھایا ہے اس کی طرف بلائے اور خود اس پر چلنے کی کوشش کرے اور جو لوگ ساتھ چلنے پر آمادہ ہوں تو ان سے پوچھ لے کہ ان پر شریعت کی کوئی اور ذمہ داری تو نہیں تا کہ نہ وہ گنہگار ہوں اور نہ ان کے رفیق سفر گنہگار ہوں۔ ہاں محلے والوں اور پڑوسیوں کو بہر صورت تبلیغ کرنی چاہئے اس کیلئے کوئی شرط نہیں بلکہ یہ ایک دِینی فرض ہے۔

پہلا باب — شرع کے حکموں کے بیان میں

انسانی زندگی کی تعمیر وتشکیل میں اقوال واعمال خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ افعال واقوال میں خوب و نا خوب کا صحیح انتخاب حقیقی سعادت کا ضامن ہے۔ اس انتخاب کی بنیاد اگر تجربات پر رکھی جائے تو اس کیلئے صدیاں درکار ہیں۔ شریعتِ مطہرہ کا نوع انسانی پر احسان عظیم ہے کہ اس نے اس گتھی کو بڑی آسانی کے ساتھ سلجھادیا اور تجربے کی مشقت سے آزاد کر کے براہِ راست عمل پر لگادیا۔

حقیقی آزادی مہذب پابندیوں کی ایک صورت ہے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اقوال واعمال کو پابندیوں کے ذریعہ علیحدہ کیا جاسکتا ہے جس کو تکلیفات شرعیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ان پابندیوں یا احکام کے مختلف مدارج ہیں ہم یہاں ان کو مختصراً بیان کریں گے تاکہ آئندہ ابواب میں جہاں کہیں ان کا ذکر آئے تو عمل کی اصل حیثیت معلوم ہوجائے۔

فرض...... وہ عمل جس کا کرنا انسان پر اللہ اور رسول نے ایسے الفاظ میں ضروری کردیا ہو جس کا کھلا ہوا ایک ہی مطلب ہو اور الفاظ میں بھی اس کی طرف سے نہ ہونے کا شبہ نہ ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب پائیگا اور نہ کرنے والا عذاب' انکار کرنے والا کافر ہے اس میں نقص ہونے سے تمام فعل ناکارہ ہوجاتا ہے۔

واجب...... یہ مثل فرض کے ہے لیکن یہ جن الفاظ میں معلوم ہوتا ہے اس میں کسی طرح کا شبہ ہوتا ہے' اسی وجہ سے اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ اگر کسی فعل کا واجب ترک ہوجائے تب بھی اس میں صرف نقصان آئے گا۔

سنت...... جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو لیکن ہم پر واجب نہ کیا ہو۔ اس کے کرنے والے کو ثواب ہوگا' نہ کرنے والا قہر خداوندی میں مبتلاء اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہے گا اور اس کا ہلکا جاننے والا کافر ہے مگر اس کے ترک کرنے سے کراہت آتی ہے گو وہ فعل ہوجاتا ہے۔

مستحب...... جس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کیا ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب پائے گا' نہ کرنے والے کی کچھ پکڑ نہیں لیکن وہ فضیلت نہیں رہتی۔

نفل...... جو عبادت سوائے فرض و واجب کے ہو اس کا حکم مثل مستحب کے ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اس کی وجہ سے فرض ترک ہونے کا احتمال ہو تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔

حرام...... یہ مثل فرض ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں کرنے کا حکم ہے' یہاں نہ کرنے کا۔

مکروہِ تحریمی...... یہ مثل واجب کے ہے۔ فرق یہاں بھی وہی' کرنے نہ کرنے کا ہے اس کی وجہ سے اگرچہ فعل ہوجاتا ہے مگر اس کا مرتکب گنہگار رہتا اور بعض حالات میں فعل ہی نہیں ہوتا۔

مکروہِ تنزیہی...... جس کی ممانعت ادباً کی گئی ہو' باقی حکم مثل مستحب کے ہے' فرق وہی ہے۔

مباح...... جن چیزوں کے واسطے کسی طرح کا حکم نہ آیا ہو۔

نجاست اور پاکی کے بیان میں

شریعت نے نہ صرف ظاہری صفائی کی تعلیم دی ہے بلکہ حقیقی طہارت و پاکیزگی پر زور دیا ہے۔ جو اصول صحت سے زیادہ قریب ہے۔ شریعت نے طہارت کے وہ معیارات پیش کئے جو عام نگاہوں سے اوجھل تھے اور جن کی حکمتوں کو سمجھنے کیلئے غور و فکر کی ضرورت ہے ہم طہارت و نجاست کے چند اصول و قواعد کا ذکر کرتے ہیں۔

۱......اگر پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت ہو تو اس کو نہ روکو بلکہ فارغ ہو لو پھر ڈھیلے وغیرہ سے نجاست خشک اور صاف کر لو یہ سنت ہے لیکن ایسی چیز سے نہ کرو جو حرمت والی اور نفع یا ضرر دینے والی ہو یہ مکروہِ تحریمی ہے پھر پانی سے خوب اچھی طرح پاک کرو اگر نجاست مخرج سے پھیلی نہیں ہے تو پانی سے استنجا کرنا سنت ہے اور اگر بقدرِ درہم پھیلی تو واجب اور اس سے زیادہ پھیلی تو فرض ہے۔

۲......آدمی کے بدن سے نکلنے والی وہ چیز جس سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے۔ شراب، حرام جانوروں اور گائے، بھینس، بطخ، مرغی، سانپ وغیرہ کا پیشاب یا پاخانہ نجاستِ غلیظہ ہے۔ اگر چونی کے وزن کے برابر لگ جائے تو معاف ہے اس سے زیادہ کو دھویا جائے۔ گھوڑے اور حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کا پاخانہ نجاستِ خفیفہ ہے، یہ اگر چوتھائی سے کم پر لگ جائے تو معاف ہے ان دونوں نجاستوں کو **حقیقی** کہتے ہیں اور جس سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے اس کو نجاست **حکمی** کہتے ہیں۔

۳......وضو اور غسل کیلئے مینہ اور زمین کا پانی ہونا چاہئے اگر چہ زیادہ ٹھہرنے یا کسی شے کے مَلنے سے اس کے رنگ و بو اور مزے میں فرق آ گیا ہو مگر پتلا پن باقی ہو اگر یہ پانی بہتا ہوا یا مقدار دَہ دَردَہ کے ہو تب تو ناپاک چیز کے ملنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا۔

٤......کنوئیں میں اگر جاندار گر کر مر جائے تو اگر پھول کر پھٹ گیا بشرطیکہ مثل آدمی ہو تو سب پانی نکالا جائیگا ورنہ بلی کے مثل جانور کے مرنے سے اسی کنویں کے چالیس پچاس اور چوہے کے مثل جانور مرنے سے بیس تیس ڈول نکالے جائیں لیکن پہلے جانور کو نکال لیا جائے۔ کنواں نجاست کے گرنے کے وقت سے ناپاک ہوتا ہے اگر گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو اگر جانور پھولا پھٹا نہیں تو ایک دن رات سے ورنہ تین رات دن سے اس کنویں کو ناپاک سمجھا جائے اور جو کپڑے اسکے پانی سے دھوئے گئے انکو پھر دھویا جائے اور نمازیں لوٹائی جائیں۔

۵......حلال جانور، آدمی اور گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور حرام جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے اور گھریلو جانوروں کا جھوٹا اور ان کا پسینہ مکروہ ہے۔

وضو کے بیان میں

وضوٗ غسل اور تیمم انسانی بدن کی طہارت کی مختلف صورتیں ہیں۔ شریعت نے تزکیہ نفس کے بعد اس پر بہت زور دیا ہے اور اس کو فرض کردیا ہے۔ یہاں انسان کی مرضی کو دخل نہیں بلکہ اس کے جسم و جاں یہاں تک کہ اس کے لباس پر مولیٰ تعالیٰ کا حکم جاری وساری ہے اور یہ سب خود انسان کے اپنے فائدے کیلئے ہے جس سے وہ اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے گریزاں نظر آتا ہے۔ شریعت نے تعلیم طہارت کیساتھ ساتھ اسکے طریقے بھی بتادیئے ہیں ہم مندرجہ ذیل تین ابواب میں انہیں کو مختصراً بیان کریں گے۔

۱......مٹی کے برتن میں خود پانی لے کر اونچی جگہ قبلہ رُخ بیٹھے اور بدھنی وغیرہ کو بائیں طرف رکھے یہ سب باتیں مستحب ہیں۔ پھر پاک ہونے اور حصولِ ثواب کی نیت کر کے بسم اللہ العظیم والحمدللہ علی دین الاسلام پڑھے اور دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھولے اور اُنگلیوں میں خلال کرے پھر مسواک کرے اور کلی کرے پھر ناک میں پاک دے کہ ہڈی تک پہنچ جائے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے' یہ باتیں مسنون ہیں۔ اس کے بعد چہرے کو پیشانی سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھوئے کہ یہ فرض ہے اور داڑھی ہے تو خلال بھی کرے کہ یہ سنت ہے پھر تمام سر کا پھر کانوں کا پھر گردن کا مسح کرے۔ اوّل الذکر دو مسنون ہیں اور آخر الذکر مستحب۔ پھر بائیں ہاتھ سے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے کہ یہ فرض ہے اور اُنگلیوں میں خلال کرے یہ سنت ہے لیکن وضو میں خیال رکھے کہ داہنے عضو سے شروع کرے اور ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ پڑھے کہ یہ مستحب ہے اور ہر عضو کو تین تین بار دھوئے سوائے مسح کے یہ سنت ہے۔ متذکرہ بالا ترتیب کے مطابق جلد جلد اسطرح اپنے اعضاء دھوئے کہ پہلا عضو خشک ہونے نہ پائے کہ یہ سنت ہے اور بال برابر بھی خشک نہ رہ جائے ورنہ وضو نہ ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ وقت سے پہلے وضو کرے۔ انگوٹھی پہنا ہوا ہو تو اس کو اِدھر اُدھر پھرالے تاکہ بدن کا وہ حصہ خشک نہ رہ جائے۔ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لے اور وضو کے بعد سورۂ قدر اور کلمہ شہادت پڑھے کہ یہ سب باتیں مستحب ہیں۔

۲......ان باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پیشاب و پاخانہ کی جگہ سے کوئی چیز نکلنا' بہنے والے خون یا پیپ یا نکل کر ایسی جگہ تک پہنچنا جس کا دھونا نماز میں فرض ہے۔ آواز سے ہنسنا' مجنون اور بے ہوش ہونا' سہارے سے سونا' شہوت کی حالت میں کھلی ہوئی دو شرمگاہوں کا ملنا' منہ بھر کے قے ہونا یا منہ سے اتنا خون نکلنا کہ تھوک سرخ ہوجائے۔

۳......ان باتوں سے وضو مکروہ ہوجاتا ہے۔ پانی میں اِسراف کرنا یا پھر تیل کی طرح چپڑنا' زور سے چھپکا مارنا' بلاضرورت دنیاوی باتیں کرنا' تین بار نئے پانی سے مسح کرنا' ناپاک جگہ یا عورت کے بچے ہوئے پانی سے یا مسجد کے فرش پر وضو کرنا' جس پانی سے وضو کرے اس میں تھوکنا یا سنکنا یا قبلہ رخ پیر دھونا' کلی اور ناک کے واسطے بائیں ہاتھ سے پانی لینا' دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا' کسی برتن کو صرف اپنے وضو کیلئے خاص کرنا۔

غسل کے طریقہ کے بیان میں

۱...... پاک ہونے کی نیت کر کے قبلہ کی طرف منہ کرے اور پھر بسم اللہ پڑھے یہ باتیں مستحب ہیں۔ اوّل دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھو کر شرمگاہ دھوئے پھر وضو کرے یہ باتیں مسنون ہیں لیکن غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ وضو کے بعد پانی سے تمام بدن پر پانی بہائے اسطرح کہ پہلے سیدھے کندھے پر' پھر اُلٹے کندھے پر تین تین بار پانی بہائے' پھر سر پر سے سارے بدن پر کہ یہ سنت ہے لیکن حد سے زیادہ نہ لنڈھائے کہ یہ اسراف ہے۔ غسل کے بعد موٹے کپڑے سے بدن صاف کرے۔ غسل کرتے وقت باتیں نہ کرے اور ایسی جگہ نہائے جہاں کوئی نہ دیکھے یہ سب باتیں مستحب ہیں۔

۲...... ان باتوں سے غسل واجب ہوجاتا ہے۔ زندہ بالغ عورت یا مرد کی شرمگاہوں میں آلہ تناسل کا سر داخل کرنا' دونوں پر غسل واجب کرتا ہے۔ منی کا شہوت کے ساتھ کود کر نکلنا' احتلام ہونا یا سوتے میں منی کا نکلنا' ان باتوں کو جنابت کہتے ہیں۔ عورت کا ہر مہینہ دس دن کے اندر کم سے کم تین روز خون آ کر موقوف ہونا کہ اس کو حیض کہتے ہیں یا بچہ ہونے کے بعد چالیس روز کے اندر اندر خون آ کر موقوف ہونا کہ اس کو نفاس کہتے ہیں۔ اگر ان مدتوں سے زیادہ آیا تو وہ خون استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہے۔

پانچواں باب

تیمم کے بیان میں

اگر پانی ایک میل دُور ہو یا اور کسی وجہ سے اس پر قدرت نہ ہو (کہ یہ امور شرائط میں داخل ہیں) تو بجائے وضو و غسل کے تیمم کرے اگر نمازِ عید یا جنازہ جانے کا خوف ہو تب بھی تیمم کرلے لیکن میت کا ولی نہیں کرسکتا کیونکہ وہ پھر پڑھ سکتا ہے۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پاکی کی نیت کرے کہ یہ شرط ہے پھر بسم اللہ پڑھے کہ یہ سنت ہے پھر اوّل بار ہاتھوں کو اُنگلیاں کھول کر پاک مٹی یا اور کسی جنس مٹی پر رکھ کر آگے کو کھینچے' یہ مستحب ہے اور پھر ہاتھ جھاڑ کر چہرہ کا مسح کرے۔ دوسری بار اسی طرح کر کے پہلے داہنے ہاتھ پر بائیں ہاتھ کا مسح کرے اور استیعاب ترتیب اور پے در پے کرنے کا خیال رکھے اور کم سے کم تین انگلیوں سے تو ضرور مسح کرے۔

نماز کے بیان میں

اسلام لانے کے بعد نماز کی جتنی تاکید آئی ہے اور کسی عبادت کی نہیں آئی۔ اس کے فضائل حد سے زیادہ ہیں اور اس کے چھوڑنے والے کیلئے دردناک عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔ نماز کی خاص خصوصیت کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ نماز برائیوں سے بچانے والی ہے۔ حدیث میں نماز کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے چھوڑ دیا اس نے دین کو ڈھایا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں، جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا وہ کافر ہے۔ (نعوذ باللہ)

دوسرے گناہوں میں کبھی نہ کبھی تو بہشت کی اُمید کی جا سکتی ہے مگر تارکِ نماز تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دوزخی ہے، پس ایسی اہم عبادت سے بے توجہی ہلاکت کا سبب ہوسکتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ جان کنی میں بھی معاف نہیں، اشاروں سے یا لیٹے لیٹے جس طرح ممکن ہو پڑھنی ضروری ہے کسی حالت میں معافی نہیں۔

۱ ...... اللہ تعالیٰ نے نمازوں کیلئے اوقات مقرر فرما کر انسانی زندگی کو ایسا منظم و مربوط کردیا ہے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں۔ تعین اوقات سے انسان سبق لے تو اس کی زندگی کا ہر عمل اپنے اپنے وقت پر صادر ہوسکتا ہے۔ یہ انفرادی اور اجتماعی ترقی کا ایک اہم اصول ہے۔ اب ہم نمازوں کے اوقات اور ان کی کل رکعتوں کے بارے میں عرض کریں گے۔

فجر...... اس کے اندر دو فرض ہیں اور فرضوں سے پہلے دو سنتیں۔ اس کا وقت صبح صادِق سے شروع ہوتا ہے اور طلوعِ آفتاب تک رہتا ہے۔ صبح صادق اس سپیدی کو کہتے ہیں جو آفتاب نکلنے کی سمت آسمان کے کناروں میں پھیل جاتی ہے اور وہ سپیدی جو اس سے پہلے لمبی لکیر کی صورت میں ہوتی ہے اور اس کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے اس کو صبح کاذب کہتے ہیں۔ نمازِ فجر اس وقت پڑھی جائے جب روشنی ہو جائے اس وقت سوائے سنتِ فجر ہر نفل مکروہ ہے بلکہ فرضوں کے بعد سنتیں بھی دُرست نہیں۔

ظہر...... اس کے اندر چار فرض ہیں، چار سنتیں فرضوں سے قبل اور دو سنتیں اور دو نفل فرضوں کے بعد۔ اس کا وقت دوپہر ڈھلنے سے شروع ہو جاتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو۔ چونکہ اس کے وقت میں اختلاف ہے لہٰذا اصلی سایہ چھوڑ کر ایک مثل سایہ ہونے سے پیشتر پڑھ لی جائے۔ گرمیوں میں توقف سے اور جاڑوں میں دیر سے پڑھی جائے۔

عصر......اس کے چار فرض ہیں اور فرضوں سے قبل چار رکعت مستحب۔ اس کا وقت ظہر کے بعد سے غروبِ آفتاب تک رہتا ہے۔ آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے اس کو پڑھ لینا چاہئے اور اگر آسمان ابر آلود ہو تو جلدی کرنا مناسب ہے۔ ایسے وقت فرضوں کے بعد نوافل پڑھنے مکروہ ہیں۔

مغرب......اس کے تین فرض ہیں اور دو سنتیں' فرضوں کے بعد دو یا چھ نوافل۔ اس کا وقت غروبِ آفتاب سے آسمان کی سرخی چھپنے تک رہتا ہے۔ اس کو اوّل وقت پڑھنا چاہئے لیکن اگر ابر ہو تو توقف کرنا چاہئے۔

عشاء......اس میں پہلے چار رکعت مستحب پھر چار فرض پھر دو سنت پھر دو یا چار مستحب پھر تین وِتر۔ جس میں پہلے قعدہ کے بعد تیسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھ کر ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر رکوع کرتے ہیں (دعائے قنوت آگے لکھی جائے گی) وِتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھے یہ نفل نماز تہجد کے قائم مقام ہیں۔ نمازِ عشاء کا وقت آسمان پر سیاہی آنے کے وقت سے صبح صادق تک رہتا ہے۔ اوّل تہائی رات میں پڑھنا مناسب ہے اور اگر ابر ہو تو جلدی کی جائے۔

جمعہ...... یہ ظہر کے قائم مقام ہے اور بغیر جماعت نہیں۔ اس میں پہلے چار رکعت سنت پھر دو فرض پھر چار سنت پھر دو مستحب پھر دو نفل پڑھے جاتے ہیں۔ چونکہ (ہندوستان میں) جمعہ کے ہونے نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے اس وجہ سے جمعہ کے فرضوں کے بعد چار رکعت احتیاط الظہر کی نیت سے اور پڑھی جاتی ہیں۔ جمعہ کی نماز عورت پر فرض نہیں ہے۔ اس کا وقت بعینہٖ وہی ہے جو ظہر کا ہے۔

عیدین......اس میں دو رکعت واجب ہیں' یہ بغیر جماعت دُرست نہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں اوّل تین بار اور دوسری رکعت میں الحمد و سورت کے بعد تین بار تکبیر کہے اور ہر بار ہاتھ اُٹھائے اور چھوڑ دے۔ جس شخص پر جمعہ فرض نہیں اس پر یہ بھی فرض نہیں اس کا وقت آفتاب نکلنے سے دوپہر تک رہتا ہے۔

وِتر......اس میں تین رکعت واجب ہیں۔ اس کا وقت عشاء کے فرضوں کے بعد سے صبح تک رہتا ہے۔

نمازِ جنازہ......یہ فرضِ کفایہ ہے (شہر کے لوگوں میں سے) ایک نے بھی اس کو ادا کر لیا تو سب گناہ سے بچ جائینگے' ورنہ سب گنہگار ہونگے اس کی نماز کھڑے کھڑے پڑھتے ہیں' اسطرح کہ میت کے سینہ کے مقابل روبقبلہ کھڑے ہو کر تکبیر کہہ کر نیت باندھتے ہیں اور ثناء پڑھتے ہیں (جس کا ذکر آگے آئے گا) پھر تکبیر کہہ کر دُرود پڑھتے ہیں پھر تیسری تکبیر کہہ کر دعائے جنازہ پڑھتے ہیں (جو آگے لکھی جائے گی) پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرتے ہیں۔ اگر مقتدی چند تکبیروں کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ان کو ادا کرے پھر سلام پھیرے۔

۳...... جب کسی فرض نماز کا وقت آجاتا ہے تو وہ مسلمان عاقل و بالغ پر واجب ہوتی ہے' یہ شرائطِ نماز ہیں۔ اگر عورت ہو تو اس کا حیض ونفاس سے پاک ہونا ضروری ہے یہ بھی شرط ہے۔ نماز اسوقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک نجاست حقیقی و حکمی سے بدن' کپڑا اور جگہ پاک نہ ہو اور بدن کا وہ حصہ جس کا ڈھکا ہوا نہ ہو' یہ سب شرائطِ نماز ہیں۔ جب یہ تمام شرائط موجود ہوں تو نماز اس طرح ادا کرے کہ دونوں قدموں میں چار انگشت کا فاصلہ چھوڑ کر (کہ یہ مستحب ہے) قبلہ رُخ کھڑا ہو (یہ فرض ہے) اگر سمت قبلہ نہ معلوم ہو تو جدھر دِل گواہی دے پڑھے' نماز میں اسطرح کھڑے ہونے کو قیام کہتے ہیں یہ نفلوں میں فرض نہیں ہے اور اس کی حد یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑے جائیں تو گھٹنوں پر نہ پہنچیں۔ قبلہ رخ کھڑا ہونے کے بعد فرض وسنت وغیرہ کی جتنی رکعت پڑھنا چاہے

اس کی دل سے نیت کرے کہ سنت ہے اور بہتر ہے کہ زبان سے بھی نیت کے کلمہ کہے مثلاً صبح کے فرضوں کی نیت یوں کرے' نیت کی میں نے فجر کے دو رکعت فرض پڑھنے کی اللہ کے واسطے اور منہ کیا میں نے کعبہ شریف کی طرف' پھر دونوں ہاتھ آستین وغیرہ سے نکال کر کانوں تک اسطرح اُٹھائے کہ ہتھیلیاں قبلہ رخ اور انگلیاں سیدھی اپنی حالت پر اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں (لیکن یاد رہے کہ عورت اپنے ہاتھ آستین سے نہ نکالے اور کاندھوں تک اُٹھائے) یہ باتیں مسنون ہیں' ہاتھ اٹھانے کے بعد تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے کہ یہ فرض ہے' پھر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ دائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو کہ یہ سنت ہے اور انگوٹھے اور چھنگلی سے پہنچا پکڑے باقی انگلیاں کلائی پر ہوں (عورت صرف دائیں ہتھیلی پر بائیں ہتھیلی کی پشت رکھے اور سینہ پر ہاتھ باندھے) ہاتھ باندھنے کے بعد نظر سجدہ کی جگہ رکھے یہ مستحب ہے اور پھر ثناء یعنی سبحانک اللھم پڑھے (مقتدی صرف اس کو پڑھ کے چپ رہے) پھر اعوذ، بسم اللہ پڑھ کر الحمد اور کچھ کلام مجید سے ان اعطینک کے مقدار آیات پڑھ کر تکبیر کہتا ہوا اسطرح رکوع کرے یعنی جھکے کہ دونوں ٹانگوں کو سیدھا رکھے اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو خوب مضبوط پکڑے اور انگلیاں کھول کر پیٹھ اور کولھوں کو برابر رکھے اور نظر پیروں پر رکھے' یہ سب اُمور مستحب ہیں لیکن تلاوت اور قیام رکوع فرض ہیں پھر سبحان ربی العظیم کم سے کم تین بار پڑھے پھر تسمیع یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا قومہ کرے یعنی سیدھا کھڑا ہو اور تحمید یعنی ربنا لک الحمد پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ اس طرح کرے' اوّل دونوں گھٹنے زمین پر رکھے اور پیٹ رانوں سے جدا رکھے اور دونوں کہنیاں زمین سے علیحدہ رہیں پھر ناک پھر پیشانی، مگر یہ خیال رہے کہ انگوٹھے کان کی لو کے برابر رہیں (یہ باتیں مسنون ہیں) اور پیروں کی انگلیاں زمین پر قبلہ رُخ ٹکی رہیں اگر اُٹھ جائیں گی تو سجدہ نہ ہوگا اور نظر ناک کے سرے پر رہے اور بغلیں کھلی رہیں پھر کم سے کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ سے اس طرح اٹھے کہ پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اُٹھائے اور پھر اطمینان کے ساتھ بایاں پاؤں بچھا کر اور دایاں کھڑا کر کے بیٹھے یعنی جلسہ کرے اور ہاتھ زانو پر رکھے پھر تکبیر کہتا ہوا پہلی طرح دوسرا سجدہ کرے پھر تکبیر کہتا ہوا پہلی طرح اُٹھے اور پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو جائے یعنی قیام کرے اور صرف بسم اللہ پڑھ کر دوسری رکعت پہلی طرح ادا کرے اب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد اس طرح بیٹھے کہ دونوں ہاتھ زانوں پر رکھے مگر انگلیاں اپنی حالت پر ہوں اور نظر گود میں رکھے اسے قعدہ کہتے ہیں پھر تشہد یعنی التحیات پڑھے پھر دُرود پھر دعا پھر دل سے کراماً کاتبین فرشتوں کی نیت کر کے پہلے داہنی طرف منہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے پھر اسی طرح بائیں طرف یہ قعدۂ اخیرہ کی صورت ہے۔ یاد رہے کہ اس طرح دو رکعت والی نماز پڑھتے ہیں' اگر چار رکعت والی پڑھنی ہو تو اس کیلئے یہ قعدۂ اولیٰ ہے صرف تشہد پڑھ کر باقی رکعتیں اسی طرح ادا کرے لیکن فرضوں میں سورت نہ ملائے اور امام کے پیچھے تو قرآن پڑھے ہی نہیں۔ باقی افعال میں اس کی تابعداری واجب ہے پھر قعدۂ اخیرہ کر کے سلام پھیرے۔

۲..... اذان و اقامت کا مسنون طریقہ یہ ہے۔ موذن مسجد سے علیحدہ کسی اونچی جگہ پر قبلہ رُخ کھڑا ہو کر دونوں کانوں میں دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ڈال کر ٹھہر ٹھہر کر دو آوازوں میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر اسی طرح دو مرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللہ کہے پھر دو مرتبہ اشھد ان محمد رسول اللہ کہے پھر داہنی طرف منہ کر کے دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ کہے پھر بائیں طرف منہ کر کے دو مرتبہ حی علی الفلاح کہے پھر ایک آواز میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے اور صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم بھی دو مرتبہ کہے اور اقامت یعنی تکبیر میں حی علی الفلاح کے بعد دو بار قد قامت الصلوٰۃ کہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہنی چاہئے اور اقامت جلدی جلدی اور اللہ کا 'الف'، اکبر کی 'ب' اور اشھدان کا 'ن' بڑھا کر نہ پڑھنا چاہئے کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور اذان نہیں ہوتی۔

٤......طریقۂ نماز کے سلسلے میں ثناء، تشہد، دُرود اور دعاؤں کا جو اوپر ذِکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:۔

ثناء:

سبحنك اللّٰهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا اله غيرك

اے اللہ تو پاک ہے، تیری تعریف کیساتھ تجھ کو یاد کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے، تیری بزرگی بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تشہد:

التحيات لله والصلوٰت والطيبٰت ط السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته ط

السلام علينا وعلىٰ عباد الله الصٰلحين ۰ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمّدا عبده ورسوله ۰

تمام بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔اے نبی تجھ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔سلام ہو ہم پر اور اللہ کے بندوں پر۔میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں محمد (ﷺ) اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔

دُرود:

اللّٰهم صل علىٰ محمّد وعلى آل محمّد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

اللّٰهم بارك علىٰ محمّد وعلى آل محمّد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

اے اللہ! دُرود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پاک پر اس طرح رحمت نازل فرما جس طرح حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی۔بے شک تو تعریف کیا گیا اور خوبیوں والا ہے۔اے اللہ! برکت نازل فرما حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پاک پر بے شک تو تعریف کیا گیا اور خوبیوں والا ہے۔

دعاءنماز:

اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی

مغفرہ من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرحیم

اے اللہ! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا بہت ظلم' تیرے سواء گناہوں کا بخشنے والا کوئی نہیں

پس مغفرت کر میرے گناہوں کی خاص مغفرت اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

دعاء بعد نماز:

اللھم انت السلام و منك السلام و الیك یرجع السلام حینا ربنا بالسلام

و ادخلنا دارالسلام تبارکت ربنا و تعالیت یا ذالجلال والاکرام

اے اللہ! تو ہمیشہ سلامت ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اور تیری طرف سلامتی رجوع کریگی۔ اے ہمارے ربّ ہم کو چین کیساتھ زندہ رکھ اور ہم کو بہشت میں داخل کر۔ اے ہمارے رب تو برکت والا ہے اور بہت بلند ہے اے بڑائی اور بزرگی والے (ہاں تو ہی)

دعائے قنوت:

اللھم انا نستعینك ونستغفرك ونؤمن بك ونتوکل علیك ونثنی علیك الخیر ونشکرك

ولا نکفرك ونخلع ونترك من یفجرك ط اللھم ایاك نعبد ولك نصلی ونسجد والیك

نسعیٰ ونحفد ونرجوا رحمتك ونخشیٰ عذابك ان عذابك بالکفار ملحق ط

اے اللہ! ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تجھی پر ایمان لاتے ہیں اور تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں اور تیری خوبیاں بیان کرتے ہیں اور شکرگزاری کرتے ہیں ناشکری نہیں کرتے اور الگ تیرے نافرمان سے علیحدگی اور بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ اے اللہ! تجھی کو پوجتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور تیری رحمت کی امید کے ساتھ خدمت میں حاضر ہیں، تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں یقیناً تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔

دعاء نمازِ جنازہ:

اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغآئبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثٰنا ط

اللھم من احییتہ منا فاحیہٖ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان ط

الٰہی بخش دے ہمارے ہر زندہ کو اور ہمارے ہر متوفی کو اور ہمارے ہر حاضر اور ہمارے ہر غائب کو اور ہمارے ہر چھوٹے کو اور ہمارے ہر بڑے کو اور ہمارے ہر مرد کو اور ہماری ہر عورت کو الٰہی تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو موت دے تو اسکو ایمان پر موت دے۔

نابالغ لڑکوں کیلئے یہ دعا پڑھی جائے:

اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا وذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا ط

الٰہی اس (لڑکے) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والا بنادے اور اس کو ہمارے لئے اجر (کا موجب) اور وقت پر کام آنے والا بنادے اور اس کو ہماری سفارش کرنے والا بنادے اور وہ جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

اور لڑکی کے واسطے یہ دعا ہے:

اللھم اجعلھا لنا فرطا واجعلھا لنا اجرا وذخرا واجعلھا لنا شافعۃ و مشفعۃ ط

الٰہی اس (لڑکی) کو ہمارے لئے آگے پہنچ کر سامان کرنے والی بنادے اور اس کو ہمارے لئے اجر (کا موجب) اور وقت پر کام آنے والی بنادے اور اس کو ہماری سفارش کرنے والی بنادے اور وہ جس کی سفارش منظور ہو جائے۔

۵......ان باتوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔خود ہی یا کسی کے جواب میں بقدر دو حرف کلام کرنا اگرچہ کلام مجید کی آیت ہی کیوں نہ ہو یا سلام کا جواب دینا گو یہ امور بھول سے ہی کیوں نہ سرزد ہوئے ہوں۔ سلام کرنا' دنیاوی مصائب کی وجہ سے آواز سے رونا' آہ یا اُف وغیرہ کرنا' بے عذر کھنکارنا' اپنے امام کے سوا کسی کو کلام مجید بتایا' امام کو اپنے مقتدی کے سوا کسی کا بتایا ہوا لینا' کچھ لکھا ہوا دیکھ کر پڑھنا یا سمجھنا' نجاست کا بدن سے ملنا' جو چیز بندے سے مانگ سکیں اس کی دعا خدا سے کرنا' قرآن کریم غلط پڑھنا یا ایسی غلطی پڑھنا جس کی وجہ سے ایسے معنی ہو جائیں جس کا اعتقاد کفر ہے بلکہ اسی غلطی جس کی وجہ سے مضمون بے معنی ہو جائے یا بہت بڑا تغیر آ جائے تب بھی نماز فاسد ہوگی۔ عمل کثیر کرنا' کھانا پینا' امام سے آگے ہونا' عورت مشتہاہ کا آگے یا برابر کھڑا ہونا' ایسی چیز پر سجدہ کرنا جس کی وجہ سے زمین کی سختی نہ معلوم ہو۔

٦......نماز میں یہ باتیں مکروہِ تحریمی ہیں۔کوئی کپڑا تصویر دار یا اسکے طریقہ کے خلاف پہننا' کپڑا وغیرہ اُٹھانا' نماز کے خلاف کچھ کرنا' منہ میں کچھ رکھنا جس سے قرآن عمدہ طرح نہ پڑھا جاسکے، اگر بالکل نہ پڑھا جائے گا تو نماز نہ ہوگی' منہ پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھنا' دونوں گھٹنے چھاتی سے لگا کر بیٹھنا' کسی کے منہ کی طرف نماز پڑھنا' جمائی لینا' اکیلئے امام کا محراب کے اندر کھڑے ہونا یا بے عذر ہاتھ اونچا نیچا کر کے کھڑے ہونا' تصویریں آس پاس ہونا' پیشاب پاخانہ کی حاجت وقت کے نماز پڑھنا' امام کے پیچھے مقتدی کا کلام مجید پڑھنا۔

۷...... یہ باتیں نماز میں مکروہِ تنزیہی ہیں۔ ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جن کو پہن کر امیروں کے پاس نہ جاسکے حالانکہ اچھے کپڑے موجود ہوں' نہایت سکوت کیساتھ ادب سے نہ کھڑا رہنا یا ایسی بات بے عذر کرنا جس سے سکوت میں فرق آئے یا سنت کے خلاف ہو بلکہ حتی الامکان عذر میں بھی ساکت رہنا چاہئے' جمائی اگر آ ہی جائے تو منہ نہ ڈھانکنا' اکیلا صف کے پیچھے کھڑا ہونا حالانکہ اگلی صف میں جگہ موجود ہے' سجدہ میں پاؤں ڈھاکنا۔

رمضان کے روزوں کے بیان میں

روزہ اسلام کے اہم فرائض میں سے ہے۔ اس سے ایک بڑی غلط فہمی کا ازالہ ہوجاتا ہے کہ انسان شکم پروری کیلئے نہیں آیا بلکہ اس کے سامنے اعلیٰ مقاصد ہیں ان کی تکمیل اس کا مقصود زندگی ہے بھوک و پیاس میں انسان صفات الٰہیہ میں ایک صفت جلیلہ کا مظہر معلوم ہوتا ہے مظہریت ہی اقربیت اور محبوبیت کی تمہید ہے اور ایک بڑی بات جو اس میں پائی جاتی ہے وہ اخلاص ہے تمام عبادات میں کسی نہ کسی طرح کا اظہار پایا جاتا ہے مگر روزہ ایسی خاموشی عبادت ہے جس کا عملاً ظاہر نا ممکن ہے اسی لئے عبادات میں نماز کے بعد روزے کی بڑی فضیلت آئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، روزہ میرے لئے ہے اور روزہ کی جزا میں ہوں' اس سے بڑھ کر خدمت کا اور کیا صلہ ہوگا!

۱ ...... اصطلاح شریعت میں صبح صادق سے لیکر آفتاب کے غروب ہونے تک کھانے پینے اور جماع سے رُک جانے کا نام روزہ ہے۔ رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان عاقل بالغ پر نماز کی طرح فرض ہیں اور اس میں نیت شرط ہے اور اگر عورت ہے تو اس کیلئے حیض و نفاس سے پاک ہونا بھی شرط ہے۔ رمضان قضاء رمضان (یعنی رمضان کے کھائے ہوئے یا ٹوٹے ہوئے روزہ کے بدلے روزہ) اور کفارات (یعنی دو دو ماہ کے لگاتار روزے جو اللہ تعالیٰ نے روزہ توڑنے وغیرہ کی سزا میں مقرر کئے ہیں) کے روزے فرض ہیں۔ نذر معین اور نذر مطلق کے روزے واجب ہیں' باقی روزے نفلی۔

۲ ...... رمضان کے روزے رمضان کا چاند دِکھائی دینے سے یا شعبان کے تیس روز پورے ہوجانے سے واجب ہوجاتے ہیں اگر ان مہینوں کی اُنتیس تاریخ کو چاند نہ دکھائی دے تو اگر ابر ہے تو رمضان کیلئے ایک مرد یا عورت مسلمان عاقل بالغ عادل کی گواہی کافی ہے اور عید کے واسطے اس طرح کے دو مرد یا دو عورتوں کی گواہی کافی ہے لیکن یہاں گواہوں کا غلام نہ ہونا بھی شرط ہے۔ اگر ابر نہ ہو تو دونوں چاند کی گواہی کیلئے اتنی بڑی جماعت ہونی چاہئے جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا بعد از قیاس ہو جس کی تعداد کم از کم پچاس بتائی گئی ہے۔ شک کے دن روزہ نہ رکھا جائے مگر نفل کی نیت سے بلکہ یہ نیت بھی مکروہ ہے کہ اگر چاند نہیں ہوا تو رمضان کا ہوجائے گا ورنہ نفلی یا جس قسم کے روزے کی نیت ہے تو وہ ہے ہی اگر چہ ہوگا یہی۔

۳...... اگر کسی نے قصداً کچھ کھایا یا پیا دماغ میں پہنچایا اگرچہ تل کے برابر ہو یا جماع کیا یا کرایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اگر رمضان کا روزہ ہے تو قضا کرے اور کفارہ دے اور دوسرے روزوں کی فقط قضا کرے۔ اگر کسی شرعی وجہ سے روزہ نہ رکھا پھر دن میں وہ جاتی رہی تو چاہئے کہ شام تک کچھ نہ کھائے بلکہ اعلانیہ تو ہر حال میں نہ کھائے' رمضان کی حرمت کرے نفلی روزے ہوں تب بھی حرمت کرنی چاہئے کیونکہ نفلی روزہ شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے (لیکن ایام مہینہ میں شروع کیا ہوا واجب نہیں ہوتا)

ان صورتوں میں صرف قضا کی جائے گی۔ روزہ یاد تھا اور بغیر قصد کوئی توڑنے والی بات ہوگئی یا بھولے سے روزہ توڑنے والی بات ہوگئی تھی پھر اس خیال سے کہ روزہ ٹوٹ گیا قصداً روزہ توڑنے والی بات کرلی (کیونکہ بھول کر ایسی بات کرنے سے روزہ نہیں جاتا) یا زندہ انسان کے ساتھ جماع کرنے کے سوا کسی اور صورت میں قصداً انزال کیا یا کوئی ایسا فعل کیا جس سے انزال کا خوف تھا اور پھر انزال ہوا اگر نہ ہوا تو یہ فعل مکروہ ہے یا روزہ ہی نہ رکھا یا چنے کے مقدار کوئی چیز منہ میں تھی نگل گیا، یا قے ہوئی اور اس کو خود نگل گیا (اگر تھوڑی نگلی ہو جس سے منہ نہ بھر سکے تو معاف ہے) بغیر عذر کچھ کھانا یا چبانا اور افعال حرام کرنا' لڑائی کرنا' غیبت' جھوٹ' فحش بکنا سخت مکروہ ہے۔

٤...... نہایت ہی ضعیف بوڑھا' بیمار' مسافر' حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت (جبکہ اپنے یا بچے کی بیماری کا خدشہ ہو) یہ سب معذور ہیں روزہ نہ رکھیں۔ معذوری جانے کے بعد قضا کریں لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب رمضان کے ایک روزے کے برابر نہیں ہے۔

زکوٰۃ اور فطرے کے بیان میں

مال سے محبت انسان کی بڑی کمزوری ہے۔ یہ محبت جب حد سے متجاوز ہوجاتی ہے تو معاشرے میں عظیم اختلال و بدنظمی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے اور خود غرضی کا ایک ایسا جال بچھ جاتا ہے جس میں ہر شخص اسیر نظر آتا ہے۔ شریعت نے اس تعلق کو کمزور کرنے اور معاشرے کے دوسرے ضرورتمند افراد کی مالی اعانت کیلئے زکوٰۃ اور فطرے کی صورت میں چند پابندیاں عائد کردی ہیں۔ یہاں ان اصول کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

۱...... کسی بڑھنے والے مال پر جب ایک سال گزر جائے تو خدا کے راستے میں اس میں سے چالیسواں حصہ دینے کو زکوٰۃ کہتے ہیں یہ ہر مسلمان عاقل بالغ پر فرض ہے بشرطیکہ اسکے پاس نصاب کی مقدار اور روزمرہ کی حاجتوں سے زائد ہو ایسے شخص کو امیر کہتے ہیں زکوٰۃ دیتے وقت یا مال نکالتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا بھی شرط ہے مالِ زکوٰۃ تین طرح کا ہے۔

(۱) سونا چاندی (۲) جنگل میں چرنے والے جانور (۳) ہر تجارت کا مال۔

پس سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے جس پر سوا دو ماشہ سونا دیا جائے گا پھر آگے ہر ڈیڑھ تولہ پر تقریباً ساڑھے تین رتی واجب ہوتا جائیگا اس سے کم پر کچھ نہیں اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے جس پر ایک تولہ پونے چار ماشہ چاندی دی جائیگی پھر آگے ہر ساڑھے دس تولہ پر سوا تین ماشہ واجب ہوتی جائے گی۔ پانچ اونٹ پر ایک بکری، تیس گائے بھینس پر ایک سال کی گائے بھینس اور چالیس بکریوں پر ایک بکری دی جائیگی۔ زیادہ جانوروں کی زکوٰۃ علماء سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ تجارت کے مال کی کل قیمت لگا کر چالیسواں حصہ نکال کر کسی مفلس کو دیدیا جائے لیکن اگر کئی افراد پر تقسیم کیا گیا تو ہر اہل کو کم سے کم اتنا دیدیا جائے کہ ایک روز کا خرچ چل جائے یہ مستحب ہے اور ایک فرد کو اتنا دینا کہ اس پر قربانی واجب ہوجائے مکروہ ہے۔ غریب عزیز و اقارب اور دوستوں کو دینا زیادہ بہتر ہے مگر ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، اولاد یا بیوی، غلام۔ جن پر قربانی واجب ہے، کافر اور سادات بنی ہاشم اور ان کے غلام کو دینا ناجائز ہے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

۲...... عیدالفطر کی صبح کو نماز سے پہلے چھٹانک کم پونے دو سیر گیہوں یا اس کا آٹا وغیرہ یا قیمت خدا کی راہ میں دینے کو فطرہ کہتے ہیں۔ جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر یہ بھی عید کی صبح کو واجب ہوجاتا ہے لیکن یہاں بالغ ہونا اور مال کا بڑھنے والا اور اس پر سال گزرنا شرط نہیں۔ فطرہ چھوٹی، غریب یا مجنون اولاد اور خدمتی غلام کی طرف سے بھی دینا واجب ہے اگر کسی وجہ سے عید کے دن نہ دے سکے تو قضا کرے۔

حج کے بیان میں

حج علائق دنیاوی سے قطع نظر کر کے مولیٰ تعالیٰ کی طرف توجہ کا نام کی ایک صورت ہے اور ارکان حج قدم قدم پر محبوبانِ خدا کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ارکان کی ظاہری صورت پوری کر لینے کے بعد حج تو ہو جاتا ہے لیکن حقیقی حج اسی وقت نصیب ہوگا جب محبتِ الٰہی میں تمام نسبتیں مضمحل کر دی جائیں اور صرف اسی ایک نسبت سے ہر شے کا مشاہدہ کیا جائے۔

زمانہ حج میں اسلام کی ہمہ گیر اور عالم گیر مواخات و مساوات کے رقت انگیز مناظر نظر آتے ہیں اور صلہ رحمی کے ان جذبات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو کبھی یہاں کی فضاؤں نے دیکھی تھی۔ یہ تعلیماتِ اسلامیہ کا اعجاز ہے کہ صدیوں پہلے جس موالات و مساوات کی تعلیم دی تھی وہ اب بھی اس دیار مقدسہ کے گلی کوچوں اور صحراؤں میں نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے مسلمانوں کے باہمی میل جول سے بہت سے ظاہری و باطنی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور حاصل کئے جاسکتے ہیں لیکن اصل چیز تو اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق پیدا کرنا ہے جو تمام فوائد کی روح ہے اگر یہ میسر آگیا تو سب کچھ حاصل ہو گیا۔

حج کی ظاہری صورت کی تکمیل کیلئے شارع علیہ السلام نے چند اصول و ضوابط بتائے ہیں' یہاں ان کو مختصر طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

۱ ...... ہر تندرست مسلمان عاقل بالغ پر حج فرض ہے بشرطیکہ راستے میں امن ہو اور آمد و رفت کے خرچ اور واپس آنے تک کا نفقہ اہل و عیال کو دینے پر قادر ہو۔ حج کی تین قسمیں ہیں: افراد تمتع اور قران۔ قسم اوّل یہ کہ میقات پر پہنچ کر احرام باندھیں۔ صرف حج کی نیت کریں' اسے **افراد** کہتے ہیں اور اسطرح حج کرنے والا مفرد کہلاتا ہے۔ قسم دوم یہ کہ میقات پر احرام باندھتے وقت صرف عمرہ کی نیت کریں اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کر کے احرام کھول دیں جب حج کا وقت آئے تو حج کا احرام باندھیں اور حج ادا کریں' اسے **تمتع** کہتے ہیں اور اس صورت میں حج کرنے والے کو یہ فائدہ ہے کہ وہ عمرہ کے بعد احرام اُتار کر احرام کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ قسم سوم یہ کہ میقات پر پہنچ کر عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے اور دونوں کی نیت ایک ساتھ کرے ایک ہی احرام میں حج اور عمرہ ادا کرے اس طرح حج کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔

مفرد اور قارن احرام باندھنے کے وقت سے لے کر حج سے فارغ ہونے تک برابر احرام میں رہتے ہیں۔ سب سے زیادہ ثواب حج قران کا ہے کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع قران کے مطابق ادا فرمایا' اس لئے وہ پوری اُمت کیلئے افضل ہے۔

۲......ارکان حج کے تین حصے ہیں: فرائض واجبات اور سنن۔

فرائض......احرام' وقوف طواف' نیت' فرائض کی ترتیب کو قائم رکھنا مثلاً احرام باندھنا پھر طواف کرنا۔ ہر فرض کا اپنے وقت اور مقام پر ادا کرنا۔

واجبات......میقات سے احرام باندھنا سعی کرنا (صفا مروہ کے درڑنا) سعی کو صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا، سعی کا طواف معتد بہ کے بعد کرنا، اگر دن میں وقوف شروع کیا ہے تو غروب آفتاب تک کرنا۔ اگر رات کو وقوف شروع کیا ہے تو اس کیلئے حد مقرر نہیں ہے، وقوف میں رات کا کچھ حصہ ہونا شامل ہے، عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا۔ مزدلفہ میں رات کو قیام کرنا، مغرب کی نماز عشاء کے ساتھ پڑھنا (نیت ادا نماز کی ہوگی قضا کی نہیں) مزدلفہ کو چھوڑ کر منیٰ میں آنا، دس تاریخ کو صرف جمرہ العقبہ پر کنکریاں مارنا، گیارہ بارہ کو تینوں جمروں پر کنکریاں مارنا، جمرہ العقبہ کی رمی دسویں تاریخ کو حلق سے پہلے کرنا، ہر روز کی رمی کا اسی دن ہونا، ایام نحر میں سر منڈوانا یا بال کٹوانا، منیٰ سے مکہ جا کر طواف خانہ کعبہ کرنا، منیٰ میں قربانی احرام کی حالت میں کرنا، عرفات سے واپسی پر طواف افاضہ کرنا اور اس کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا، حطیم کے باہر سے طواف شروع کرنا، طواف داہنی طرف سے کرنا، طواف باوضو کرنا، طواف کرتے وقت دورانِ حج سر کھلا رکھنا، طواف کعبہ کے بعد دو رکعت نماز مقامِ ابراہیم میں پڑھنا، شیطان پر کنکریاں مارنے اور قربانی کرنے' سر منڈوانے اور طواف میں ترتیب قائم رکھنا، میقات سے باہر آنے والوں کیلئے رُخصت کا طواف کرنا، وقوف عرفہ کے بعد سے سر منڈوانے تک جماع نہ کرنا، احرام کی ممنوعات سے بچنا۔

سنن......میقات سے باہر آنے والوں کیلئے طواف کرنا، طواف حجر اسود سے شروع کرنا، طواف قدوم یا طواف فرض میں رمل کرنا، صفا مروہ کے درمیان جو دو میل اخضر ہیں' ان کے درمیان دوڑنا، امام صاحب کا خطبہ پڑھنا اور سننا' مکہ میں ساتویں کو میدانِ عرفات میں نویں کو اور منیٰ میں گیارہویں کو پڑھنا آٹھویں تاریخ مکہ سے نمازِ فجر کے بعد روانگی' وہاں سے منیٰ پہنچ کر پانچ نمازیں ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور فجر پڑھنا یعنی نویں تاریخ منیٰ میں گزارنا۔ آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا اور ظہر' عصر کی نماز میدانِ عرفات میں پڑھنا اور وہاں ذکرِ الٰہی کی کثرت کرنا۔ غروبِ آفتاب سے پہلے میدانِ عرفات سے باہر نہ ہونا۔ وقوف عرفہ کیلئے غسل کرنا عرفات سے واپسی میں مزدلفہ میں ایک رات گزارنا اور نمازِ مغرب و عشاء ملا کر پڑھنا (نیت ادا نماز کی ہوگی' قضا کی نہیں) نماز فجر ادا کرنے کے بعد مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہونا، دس گیارہ کی راتیں منیٰ میں گزارنا، منیٰ کے قیام میں ایک بار مکہ معظمہ جا کر طواف کرنا۔

قربانی کے بیان میں

قربانی سنت ابراہیمی (علیہ السلام) کی یاد تازہ کرتی ہے قربانی میں اصل چیز دلوں کی گہرائیوں میں جذبہ ایثار وقربانی کا محسوس کرنا ہے جسکو قرآن کریم نے **تقویٰ** کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور صاف صاف فرمادیا ہے کہ خدا کو گوشت و پوست اور خون کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تقویٰ کی ضرورت ہے۔لفظ تقویٰ اپنے ہمہ گیر معنوں میں استعمال ہوا ہے پس قربانی کرتے وقت اپنے دلوں میں جذبہ ابراہیمی کی پرورش کی جائے اور راہِ خدا میں متاع عزیز کے لٹا دینے سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

۱......شریعت نے قربانی کے چند اصول وضوابط مقرر کردیے ہیں۔قربانی کی ظاہری صورت کی تکمیل کیلئے ان کا جاننا ضروری ہے ہم مختصراً بعض مسائل بیان کرتے ہیں:۔

اصطلاح شریعت میں خاص عمر کے مخصوص جانور کو متعلقہ اسباب وشرائط کے ساتھ تقرب الٰہی کی نیت سے ذبح کرنے کو قربانی کہتے ہیں۔

قربانی کا وقت تین روز تک ہے یعنی ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں۔اوّل تاریخ افضل ہے۔دسویں تاریخ کے طلوع فجر سے لیکر بارہویں تاریخ کو غروب آفتاب تک قربانی جائز ہے جن شہروں میں نمازِ عید ہوتی ہے وہاں نماز کے بعد قربانی کی جائیگی۔ ہاں دیہات میں طلوع آفتاب کے بعد کی جاسکتی ہے۔رات کو قربانی کرنا مکروہ ہے۔قربانی کیلئے تین دن متواتر رکھنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان پر فقر وغنا کی حالتیں گزرتی رہتی ہیں اگر اوّل وقت فقیر ہے پھر غنی ہوگیا، قربانی واجب ہوگی اس کے برعکس ہوا تو واجب نہ ہوگی۔

۲......جس جانور کا قربانی کرنا جائز ہے اسکو قربانی کے دِنوں میں قربانی کی نیت سے ذبح کرنا قربانی کا رُکن ہے۔وجوب قربانی کیلئے قربانی کرنے والے کا غنی یعنی فراخ دست ہونا ضروری ہے۔اس سے مراد ایسی فراخ دستی نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے بلکہ ایسی فراخ دستی جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔شریعت میں غنی وہ شخص ہے جس کے اس گھر' گھر کے ضروری اسباب' سواری اور نوکر کے علاوہ ضرورت سے فاضل دوسو دِرہم یا بیس دِینار یا اتنی قیمت کی کوئی شئے ہو۔قربانی کیلئے قربانی کرنے والے کا عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر نابالغ غنی ہے تو اس کی طرف سے اس کا باپ یا باپ کا وصی اس کے مال سے خرید کر قربانی کرے گا مگر گوشت صدقہ نہ کیا جائے گا۔قربانی کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ مقیم ہو مسافر نہ ہو عورت اور مرد دونوں پر قربانی واجب ہے۔

۳......اگر کسی مقیم نے حالتِ اقامت میں قربانی کا جانور خریدا پھر سفر اختیار کیا تو اب اجازت ہے کہ جانور کو فروخت کردے یا قربانی کرے۔کسی غنی نے ایک بکری خریدی وہ ضائع ہوگئی اس اثناء میں وہ فقیر ہوگیا تو اسکو بھی اجازت ہے کہ چاہے اس کو بیچ دے چاہے قربانی کرے اگر ایک شخص قربانی کے دِنوں میں غنی تھا قربانی نہ کی اور مرگیا تو اس کے ذِمہ سے قربانی ساقط ہوجائے گی لیکن اگر قربانی کے ایام گزرنے کے بعد مرا تو اس کیلئے واجب ہوگا کہ قربانی کے جانور کی قیمت صدقہ کرنے کی وصیت کرے۔

٤...... قربانی کے جانوروں میں اونٹ، گائے، بھینس، دُنبہ، بھیڑ، مینڈھا اور بکری وغیرہ شامل ہیں۔ نیلے رنگ کے مینڈھے کی قربانی افضل ہے۔ قربانی کیلئے بکری ایک سال، گائے دو سال، اونٹ پانچ سال سے کم عمر کا نہ ہو۔ دُنبہ یا مینڈھا بشرطیکہ فربہ ہو چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔

جس جانور کی ناک کٹی ہو یا تھن کٹے ہوں وہ جائز نہیں۔ جو بکری یا گائے اپنے بچہ کو دودھ نہ پلا سکتی ہو اور تھن خشک ہو گئے ہوں وہ بھی ناجائز ہے۔ نجاست کھانے والے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جو جانور اتنا دُبلا ہو گیا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا ہو وہ ناجائز ہے۔ جس بکری میں نر و مادہ دونوں کی خصوصیت پائی جاتی ہوں اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ ایک بکری خریدی جو فربہ تھی پھر دُبلی ہو گئی یا عیب دار ہو گئی تو اگر قربانی کرنے والا تو انگر ہے تو دوسری خرید کر قربانی کرے ورنہ وہی کافی ہے۔ اسی طرح اگر مرگئی یا چوری ہو گئی تو تو انگر ہو گا تو دوسری واجب ہو گی ورنہ نہیں۔ اگر تو انگر نے قربانی کی ذبح کرتے وقت اضطراری کیفیت کی وجہ سے جانور عیب دار ہو گیا تو قربانی ہو گئی افضل یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ اور خوبصورت ہو۔ عیب دار جانوروں کے عدم جواز کیلئے فقہاء نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جو عیب ایسا ہو کہ منفعت کو پورا پورا زائل کر دے یا جمال و زیبائی کو غت ربود کر دے تو ایسا عیب قربانی سے مانع ہے۔

٥...... قربانی کے جانور کا دودھ استعمال کرنا یا اس سے کوئی اور نفع حاصل کرنا مکروہ ہے۔ دودھ اگر نکال لیا ہے تو اسکا صدقہ کر دے۔ قربانی کے جانور پر سوار ہونا بھی مکروہ ہے۔ قربانی کے جانور کے گوشت وغیرہ کے لین دَین میں یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہئے کھانے کی چیز بعوض کھانے کی چیز کے اور بے کھانے کی چیز بعوض بے کھانے کی چیز کے جائز ہے اس کے برعکس جائز نہیں۔ قربانی کے جانور کے ہاں بچہ ہوا تو اس کی قربانی بھی ضروری ہے۔ اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں لیکن اگر ایسا آدمی شریک ہو گیا جس کا مقصود قربانی نہیں تو کسی کی قربانی نہ ہو گی۔ قربانی کے ایام میں قربانی کے علاوہ دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، ہاں اگر نہ کر سکا تو بطور قضا اس کی قیمت صدقہ کرنی ہو گی۔

٦...... افضل یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے نہ کرے تو کھڑا ضرور رہے۔ دل سے نیت کافی ہے البتہ ذبح کرتے وقت 'بسم اللہ اللہ اکبر' کہنا ضروری ہے۔ ذبح کرنے سے پہلے رو بہ قبلہ ہو کر یہ دعا پڑھنا سنت ہے: انی وجھت وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:۔ اللھم تقبل منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک ابراھیم علیھما السلام

(۳) اخلاق

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو جواہر ایسے عنایت فرمائے ہیں جس سے ہر اچھی اور بری چیز کا امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔ **عقل** موجود فائدے پر نظر رکھتی ہے بلکہ اس کے انجام کو دیکھتی ہے برخلاف نفس کے وہ موجود راحت و آرام مدنظر رکھتا ہے پس غور کرنے سے تمام چیزیں چار طرح کی نظر آتی ہیں:۔

۱......ایک وہ جس سے عقل راضی ہے اور نفس بیزار جیسے وہ تکالیف جو خدا کی فرماں برداری کے وقت ہوتی ہیں اگر چہ یہ بہت ہی گراں معلوم ہوتی ہیں مگر اس کا نتیجہ بہت عمدہ ہے۔

۲......دوسرے وہ جس کو نفس پسند کرتا ہے عقل ناپسند کرتی ہے جیسے وہ سرور جو خدا کی نافرمانی کے وقت حاصل ہوتا ہے گو بالفعل یہ خوش نما معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا انجام بہت خراب ہے۔

۳......تیسرے وہ جس کو عقل و نفس دونوں پسند کرتے ہیں جیسے علم کیونکہ اس کی موجودہ اور آئندہ دونوں حالتیں عمدہ ہیں۔

٤......چوتھے وہ جس کو عقل و نفس دونوں ناپسند کرتے ہیں جیسے جہل کیونکہ اس کے دونوں پہلو برے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ علم سے زیادہ عمدہ اور جہل سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں کیونکہ انکی بھلائی اور برائی میں عقل و نفس دونوں کا اتفاق ہے اس کے دلائل تو بہت ہیں لیکن چونکہ کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کو اس کی فضیلت میں کچھ کلام ہو اس لئے دلائل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے لیکن ترغیب کیلئے علماء کے چند فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب تمام فنون سے علم افضل ہے تو ضرور تمام اہل فن سے اہل علم افضل ہوں گے۔ ان کی شان میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ہیں من جملہ ان کے چند یہ ہیں:۔

☆ جاہل کی عبادت سے عالم کا سونا افضل ہے۔

☆ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم پر۔

☆ عالم کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

☆ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بھلائی کرنا منظور ہوتی ہے اس کو دین کا علم اور سمجھ عنایت فرماتا ہے۔

اور اس سے زیادہ مرتبہ کیا بڑا ہوگا کہ عالم کے علم کی اہانت سے انسان دائرہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے لیکن یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ کون سا علم ہے جس کی یہ شان ہے۔ سو وہ کلام اللہ، حدیث رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور فقہ ہے جس کو علم دین کہتے ہیں۔

جو شئے ہم پر فرض ہے اس کا علم بھی ہم پر ضرور فرض ہوگا ورنہ ہم اس کو بغیر علم کے کیسے بجالا سکتے ہیں؟ پس جو فعل جس پر فرض ہوگا اس کے احکام بھی جاننا اس پر فرض ہوں گے۔ اس کو فرض عین کہتے ہیں مثلاً جب داخل اسلام ہوئے تو ضروری ہے کہ اس کے عقائد کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ جس پر نماز فرض ہے اس پر نماز کے، جس پر روزہ فرض ہے اس پر روزے کے اور جس پر حج فرض ہے اس پر حج کے احکام سیکھنا ضروری ہے۔ اب رہا اپنی ضرورت سے زیادہ علم حاصل کرنا' سو ایسا علم فرض کفایہ ہے پس اس طرف متوجہ ہوں اور اپنے بچوں کو ترغیب دے کر یہ علم حاصل کرائیں۔ اگر آپ کی اولاد دین سے نا آشنا رہی تو رفتہ رفتہ مسلمانی صرف رسم بن کر رہ جائے گی اور یہ سارا وبال آپ کی گردن پر رہے گا۔ نام کا مسلمان ہونا ہرگز فائدہ نہ دے گا۔
میں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنے کام دھندوں کو بالائے طاق رکھ دو۔ نہیں وہ بھی کرو لیکن ایک آدھ گھنٹہ اس کے واسطے بھی نکالو۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا اپنی ہمتوں پر نظر رکھ کر ورنہ اصل بات تو یہ ہے کہ ہم اس لئے نہیں پیدا کئے گئے کہ رات دن دُنیا کمائیں' سرگرداں رہیں' لہو ولعب' کھانے پینے وغیرہ میں مصروف رہیں بلکہ اس لئے پیدا کئے گئے ہیں کہ اپنے خالق کو پہچانیں اور اس کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں اور معرفتِ الٰہی اور عبادت کا صحیح کیف و سرور بغیر علم کے ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ علم ہی ایسی شے ہے جس نے اشرف المخلوقات بنایا اور خلافت الٰہی کے منصب جلیلہ پر فائز کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے علم ہی کی وجہ سے فرشتوں پر فضیلت حاصل کی جس کو قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے۔

پس غور کریں کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے؟ جب اپنے نفس کو پہچان لیں گے اور معرفت نفس کے ساتھ ساتھ پسندیدہ عادات اور حمیدہ اخلاق پیدا ہو جائیں گے اس وقت ہر فعل عبادت ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا اصل سبب یہ بیان فرمایا، میں اس واسطے دُنیا میں بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقی خوبیوں کی تکمیل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں کون سا عمدہ خلق ہے جو نہ تھا اور جو ہمارے واسطے نہ بیان فرمایا ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں آپ کے خلق کی اس طرح تعریف فرماتا ہے،

(اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! تمہارا خلق بہت ہی بلند ہے۔

میں مطلق علم کے بارے میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ علم اخلاق کی تعریف میں یہی چند کلمے کافی سمجھتا ہوں۔

علم دین چار علموں پر مشتمل ہے: (۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (٤) اخلاق۔

عقائد و عبادات کا بیان گذشتہ صفحات میں گذر چکا۔ اب بتوفیق ایزدی اخلاق کا بیان کیا جاتا ہے۔ عقائد کی دُرستی کے بعد اخلاق کا درست کرنا بے حد ضروری ہے کیونکہ اسی میں خرابی آنے سے دین میں خرابی آرہی ہے لہٰذا اوّل برے اخلاق بیان کئے جائیں گے جن سے بچنا لازم ہے پھر عمدہ اخلاق کا بیان ہوگا۔

اخلاق و رذائل

پہلی فصل

اخلاق ذمیمہ

۱- اعتقاد کفر و بدعت...... کافر رہنا یا ایسی چیز کا اعتقاد رکھنا جو کفر ہے اور ان چیزوں کو اچھا یا برا کہنا جن کی ادلہ اربعہ میں کوئی اصل نہ ہو۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جن چیزوں کی ممانعت ان دلائل سے ثابت نہ ہوگی وہ مباح ہونگی اسکو گاہے گاہے کرلینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کا اس طرح رواج دینا کہ یہ معلوم ہو کہ یہ بھی دین میں داخل ہے نری بدعت ہے ہاں اگر وہ فی نفسہٖ عمدہ ہے اور اس پر مستند علماء اور اولیاءاللہ کا عمل رہا ہے تو اس کا کرلینا مستحب ہے لیکن اگر انہیں جیسے علماء مستندین نے اس کا انکار کیا ہے تو اس میں سکوت بہتر ہے۔ نہ اس کے کرنے والے کو بدعتی کہو اور نہ اس کے منکر کو ملامت کرو، ادب کی راہ چلو طریقہ اہل سنت یہ ہے کہ ادلہ اربعہ سے جو چیز جس طرح ثابت ہے اس کو اسی طرح تسلیم کرنا۔

۲- حب مدح وخوف ذم...... یہ چاہنا کہ لوگ اچھا کہیں برا نہ کہیں۔ پس ان کے اچھا برا کہنے کو برا سمجھو کیونکہ یہ فائدہ اور ضرر دینے والی چیز نہیں اور بالکل نڈر ہو کر اہل سنت کے طریق پر چلو۔

۳- اتباع ہوا......شریعت کے خلاف خواہش نفس کے تابع ہونا۔ پس جو چیز حرام ہے اس میں تاویل نہ کرو۔

۴- حبِ دنیا...... جس چیز کا آخرت میں ثمرہ نہ نکلے اس کو چاہنا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت۔ پس اکثر موت کو یاد کرو اور اللہ سے لو لگاؤ۔ دنیا کو فنا ہونے والی سمجھو۔

۵- تکبر...... اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھنا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ☆ جو شخص تکبر کرتا ہے اس کو اللہ لوگوں کے نزدیک سور اور بندر سے بھی زیادہ ذلیل کر دیتا ہے۔ دیکھو تکبر کی وجہ سے شیطان کا کیا حشر ہوا۔ پس ہر ایک کے ساتھ تعظیم و تواضع سے پیش آؤ۔

۶- عجب...... خود کو اپنے کمال کی وجہ سے اچھا سمجھنا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بری خواہشات اور بخل سے بھی زیادہ بدتر چیز ہے پس اپنی صفات کو اللہ کا عطیہ سمجھو اور اس سے ڈرتے رہو کہ وہ چھین نہ لے۔

۷- رِیا...... لوگوں کو دِکھلانے کے واسطے نیک کام کرنا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تھوڑی رِیا بھی شرک ہے پس جاہ کی محبت اور عجب نکال ڈالو۔ ریا سے امن پاؤ گے اور اگر اس سے نہ بچ سکو تو اس خیال سے اعمال صالحہ ترک نہیں کرو کہ رِیا مشرک بنانے والی ہے کئے جاؤ' کچھ روز یہ بات رہے گی پھر عادت صحیح ہو جائے گی پھر عادت سے عبادت اور اِن شاءَ اللہ پھر اس میں اخلاص بھی آ ہی جائے گا۔

۸- غرور...... شیطانی فریب کی وجہ سے نفسانی خواہش پر مطمئن ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، 'دنیا کی زندگی کہیں تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور اللہ کی باتوں میں دھوکا دینے والا (شیطان) کہیں دھوکا نہ دے بیٹھے۔' شیطان کے مذمت بعینہ جہالت کی مذمت ہے کیونکہ جہالت سے یہ پیدا ہوتا ہے' پس اپنے اقوال و افعال کو قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے تابع کرو۔

۹- حبِ جاہ...... یہ چاہنا کہ لوگ ہم کو بڑا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، 'ہم نے جنت انہیں کیلئے بنائی ہے جو دنیا میں اپنی برائی نہیں چاہتے اور نہ فساد ڈالتے پس جان لو کہ ہر طرح کی عزت و عظمت اللہ ہی کیلئے ہے۔' اپنی حقیقت پر تو غور کیا کرو؟ اور کسی صفت کمالیہ کی وجہ سے کسی نے تمہاری عزت بھی کی تو وہ عزت اس کمال کی ہوئی نہ تمہاری ہوئی پس وہ صفت اپنی عزت چاہے یا نہ چاہے تم کون؟ تم خود کو حقیر سمجھتے رہو اور جہاں تک ہو سکے اپنی شہرت نہ چاہو اور تواضع سے پیش آؤ' اسی میں بہتری ہے۔

۱۰- حرص...... یہ کوشش کرنا کہ ہمارے پاس مال زیادہ جمع ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، 'تم ہرگز اس طرف نظریں نہ لگانا جس سے بعض گروہ کفار کو نفع حاصل ہوا ہے، ہم نے آرائش کیساتھ دنیا کی زندگانی رکھی ہے۔' پس حرص نہ کرو کہ حریص ہمیشہ ذلیل رہتا ہے اور جس قدر رہتا ہے وہ بھی کھو بیٹھتا ہے اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے عیوب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر آمدنی سے زیادہ خرچ ہو تو خرچ گھٹاؤ' ورنہ پھر جس قدر خرچ ہے اسی قدر کماؤ باقی وقت عبادت میں صَرف کرو۔

۱۱- کینہ...... کسی کی طرف سے دل میں برائی رکھنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'آپس میں بغض نہ رکھو۔' پس باہمی میل جول بڑھاؤ۔

۱۲- غصہ...... اپنے خلاف بات معلوم کرنے کی وجہ سے خون کا جوش مارنا اور آپے سے باہر ہو جانا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو' اگر غصہ آ جائے تو اعوذ پڑھ لو' کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور جب بھی نہ جائے تو ٹھنڈے پانی سے وُضو کر لو۔ پس حلم اور ملائمت کو اپنا شیوہ بناؤ۔

۱۳- حسد...... کسی کے اچھے حال کا زوال چاہنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں حسد نہ کرو۔ بہتر ہے کہ حاسد سے محبت سے پیش آؤ اگر تکلیف ہی سہی' وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور اس طرح حسد دُور ہو جائے گا۔

۱۴- بخل...... جہاں خرچ کرنا چاہیئے وہاں خرچ کرنے میں تنگ دِلی کرنا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بخیل اللہ سے دور ہے' جنت سے دور ہے' لوگوں سے دور ہے اور دوزخ سے نزدیک ہے۔

۱۵- غیبت...... کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی ایسی باتیں کرنا کہ اگر وہ سنے تو برا مانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تم میں سے بعض لوگ بعض لوگوں کی غیبت نہ کریں، کیا تم دوست رکھتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ پس جس کی غیبت کرو اس سے معاف کرالیا کرو ورنہ اسکے اور اپنے لئے استغفار کرتے رہو۔ یہ نہ خیال کرو کہ ہم تو وہ کہہ رہے ہیں جو اس میں موجود ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی غیبت ہے اور وہ بات جو اس میں نہ ہو بیان کرنا بہتان ہے اور یہ اس سے بڑھ کر گناہ ہے۔ ہاں ظالم اور بدعقیدہ لوگوں کا اس لئے عیب بیان کرنا کہ لوگ اس سے بچیں دُرست ہے۔

۱۶- جہل...... اپنے دین کی باتوں سے ناواقف رہنا۔

۱۷- امل...... دنیا کی زندگی پر بھروسہ کرنا۔

۱۸- طمع...... دنیا کی لذتوں کا لالچ کرنا۔ اس سے انسان ذلیل ہوجاتا ہے، پس عزت وآبرو سے رہو۔

۱۹- شماتت...... کسی نیک آدمی پر بلا اور مصیبت آنے سے خوش ہونا۔

۲۰- عداوت...... دنیا کیلئے کسی مسلمان سے دشمنی رکھنا۔

۲۱- جبن...... دین کی باتوں میں نامردی اور سستی سے کام لینا۔

۲۲- غدر...... عہد کو توڑ ڈالنا۔

۲۳- خلف وعدہ...... وعدہ کر کے خلاف کرنا اگرچہ بچوں کو بہلانے کیلئے ہی کیوں نہ ہو۔

۲۴- سوءِ ظن...... کسی پر بدگمانی کرنا۔

۲۵- اسراف...... جہاں خرچ کرنے کا حکم نہ ہو وہاں خرچ کرنا یا حد سے زیادہ خرچ کرنا۔

۲۶- بطالت...... کاہلی کرنا، کام کو دوسرے وقت پر ٹال دینا۔ پس سعی وکوشش کرتے رہو۔

۲۷- عجلت...... بغیر سوچے سمجھے ہر کام میں جلدی کرنا۔

۲۸- شقاوت...... سخت دلی اور بے رحمی سے پیش آنا۔ پس مخلوق خدا پر شفقت کرتے رہو ورنہ کوئی پاس بھی پھٹکنے نہ دے گا۔

۲۹- کفران نعمت...... کسی کی عنایت کا شکر نہ کرنا، اس سے آدمی جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے۔

۳۰- تعلیق...... اپنی تدابیر پر بھروسہ کرنا۔ خدا پر توکل نہ کرنا۔

۳۱- حب الفسقاء......فاسقوں سے محبت رکھنا۔ پس اللہ کے واسطے ان سے بغض رکھو۔

۳۲- بغض الصلحاء......اچھے لوگوں سے دشمن رکھنا۔ یہ بلا کفر تک پہنچادیتی ہے۔

۳۳- امن عذاب......اللہ کے عذاب سے نڈر رہنا۔ ایسے شخص سے اللہ کی عبادت نہیں ہوسکتی۔

۳۴- لوگوں کی خرابی کیلئے تدابیر کرنا۔ بلکہ خرابی میں پڑے ہوؤں کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

۳۵- مداہنت......دین میں سستی کرنا۔ نصیحت سے دم چرانا۔

۳۶- انس المخلوق......لوگوں کی محبت میں دین کی خبر نہ رکھنا۔ ایسی محبت کام آنے والی نہیں، اس سے بچنا لازم ہے۔

۳۷- خفت......چھچھورپن کرنا۔ اس سے آدمی حقیر ہوجاتا ہے۔ پس بھاری بھرکم رہو۔

۳۸- مکابرہ......حق سمجھتے ہوئے حق سے انکار کرنا اور حق بات نہ ماننا۔

۳۹- صلف......شیخی بگھارنا۔

۴۰- نفاق......ظاہر وباطن ایک نہ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافق دوزخ کے نیچے درجے میں ہونگے اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔

۴۱- غباوت......کند ذہنی۔ یہ اکثر گناہوں سے پیدا ہوتی ہے۔

۴۲- وقاحت......بے حیائی کرنا۔

۴۳- حب ریاست......شہرت اور بڑائی کی چاہت۔ پس گم نام رہنا پسند کرو اسی میں بہتری ہے۔

اوپر ان عادات و اخلاق کا مجملا بیان کیا گیا جن کا شمار رذائل میں ہوتا ہے۔ اب مکارم اخلاق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اخلاق و عادات حسنہ

۱- اخلاص ...... خالص خدا کے واسطے عمل کرنا۔ اس غرض سے نہیں کہ لوگوں میں ہماری قدر ہو، اور یہ نیت پر موقوف ہے جیسی نیت ہوگی ویسا اس کا حکم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،' نہیں حکم کیا گیا مگر اس امر کا کہ اللہ کی عبادت کریں اور خالص اسی کے واسطے۔' پس ریا سے بچو۔ جیسی لوگوں کے سامنے عمدہ عبادت کیا کرتے ہو ویسی ہی تخلیہ میں کیا کرو اور یہ سمجھ لو کہ لوگوں کا اچھا اور برا کہنا فائدہ اور ضرر دینے والا نہیں پھر عبادت میں ان کا خیال کیوں کیا جائے؟

۲- دعا...... تمام خیالات و تدابیر سے بے نیاز ہو کر نہایت عاجزی کیساتھ درگاہِ الٰہی سے اپنی مرادیں چاہنا اور یہ خلاف عقل نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،' دعا عبادت کا مغز ہے۔' دنیا طرح طرح کی تکالیف ہی کی جگہ ہے۔ اس سے گھبرا جانا مردوں اور پست ہمتوں کا کام ہے اگر کوئی مشکل پیش آئے تو کثرت سے عبادت کرو اور گڑگڑا کر دعائیں کرتے رہو اِن شاءَ اللہ وہ مشکل حل ہو جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے امتحان ہوتے ہیں اس میں مستعد رہنا چاہئے اس کو علو ہمتی کہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو جب تک کھانے پینے کی احتیاط نہ رکھو گے دعا کا قبول ہونا مشکل ہے۔ شراب وغیرہ سے بچنا ظاہری ہے لیکن اس عمل سے بھی بچو جو کمائی کو حرام کر دیتا ہے مثلاً کم تولنا، کسی کا حق چھین کر اپنی کمائی میں ملا لینا اگر چہ کچھ کوڑیاں ہی کیوں نہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔

۳- صبر ...... رنج و مصیبت میں بے قراری ظاہر نہ کرنا اور نفسانی خواہشوں کو مغلوب کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،' میں صبر کرنے والوں کیساتھ ہوں۔' اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،' صبر نصف ایمان ہے۔' اس کے فضائل بے شمار ہیں۔ چنانچہ کلام مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر صبر کا بیان کیا گیا ہے۔ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بے صبری اور نوحہ وغیرہ کی مذمت اور ممانعت کس قدر کی گئی ہوگی۔ یہ سمجھ کر کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب خدا کا ہے' جب چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کرو۔ اس سے وہی چیز یا اس کا عمدہ بدلہ مل جائے گا۔ خواہشاتِ نفسانی پر یہ یقین کر کے صبر کرو کہ گناہ سے جو لذت ہوگی وہ بہت ہی قلیل عرصہ رہے گی اور اس کے عذاب کی مدت خدا ہی جانے اور اگر اس سے میں باز رہا تو مجھ کو وہ لذت نصیب ہونے والی ہے جو کبھی نہ مٹے گی۔

٤۔ شکر......نعمت کو منعم کی طرف سے سمجھنا اور اس کی قدر کرنا، تعریف بیان کرنا اور اس کے حکم مستعدی سے بجالا کر اعضاء سے بھی شکر ظاہر کرنا تا کہ نعمتوں کی ترقی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، 'اگر شکر کرو گے تو تم پر اپنی نعمتیں زیادہ کروں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔' اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، 'جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔' پھر انسانوں کے شکر کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہو سکے تو چیز کا عوض دیا کرو، ورنہ دینے والے کی تعریف ہی کر دیا کرو کیونکہ جس نے تعریف کی اس نے شکر ادا کیا اور جس نے اتنا بھی نہ کیا اس نے ناشکری کی۔ الحاصل جس نعمتِ خداوندی کو دیکھو سوچا کرو کہ کس کس خوبیوں کے ساتھ اللہ نے اس کو ہمارے واسطے پیدا کیا ہے۔ اِن شاءَ اللہ اس طرح سوچنے سے شکر کے علاوہ بڑے بڑے رُتبے حاصل ہوں گے۔

٥۔ توکل...... اپنے ہر کام کیلئے مناسب تدبیریں کر کے (بشرطیکہ خلافِ شرع نہ ہو) خدا پر چھوڑ دینا کہ الٰہی جتنا کام ہمارا تھا ہم نے کر لیا، اب انجام تک پہنچانا تیرا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، 'اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر توکل کرو، اللہ توکل کرنے والے دوست رکھتا ہے۔' مختصر یہ ہے کہ بد شگونی اور ٹوٹکوں وغیرہ سے بچو اور کسی کام میں تشویش واقع ہو تو اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات اور عنایتوں کا خیال کر کے یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیا کرو کہ اِن شاءَ اللہ ضرور کامیاب ہو گے اور یہ آیت کثرت سے پڑھا کرو و افوض امری الی اللہ ط ان اللہ بصیر بالعباد اِن شاءَ اللہ بہت جلد کامیاب ہو گے۔

٦۔ رجا......اعمالِ صالحہ کر کے اللہ کے فضل اور گناہوں کو مغفرت کا اُمیدوار رہنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، '(اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ اپنے بندوں (فرمانبرداروں) سے فرما دیجئے (جو اتفاقیہ بڑے گناہ کر بیٹھتے ہیں) کہ اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔' اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، 'اگر کافر کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کیا چیز ہے تو وہ بھی کبھی اس کی جنت سے نا امید نہ ہو۔' پس اسکی بے شمار نعمتوں کو یاد کیا کرو اور یہ سوچا کرو کہ جب وہ نافرمانیوں کے باوجود اپنے خزانے ہم پر بند نہیں کرتا جو لوگ اس کی اطاعت میں مصروف ہیں وہ کب دو جہاں میں اس کی رحمت سے محروم رہ سکتے ہیں۔ اس کی رحمت سے نا امید ہونا بڑی بری چیز ہے۔ جیسا تم اللہ کے ساتھ گمان رکھو گے، اللہ تعالیٰ بھی ویسا ہی تم سے معاملہ فرمائے گا۔

۷- محبت...... دل کو لذت دینے والی چیز کی طرف طبیعت کا راغب ہونا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، 'ایمان والے اللہ کی محبت میں سخت ہیں۔' اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، 'جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور جو مکروہ سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ سمجھتا ہے۔' پس اللہ کے سوا سب کی محبت ترک کرو اسی کو زہد کہتے ہیں ہاں جن کی محبت میں اللہ کی محبت ہے ان کی محبت میں تو جان و دل سے دریغ نہ کرو۔ مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے اہل بیت، اصحاب اور اولیاء اللہ کے بغیر ان کی محبت کے ایمان ہی نہیں۔ الغرض جس سے محبت و بغض رکھو اللہ ہی کے واسطے رکھو اور اس کی کریمی پر نظر کرو۔ مسلمان بھائی کی عداوت سے بچتے رہو کہ یہ بڑا گناہ ہے مگر کسی سے ایسی محبت بھی نہ کرو کہ اللہ یاد نہ رہے اگر کسی عمدہ صورت پر طبیعت راغب ہو اور وہ بے چین کر دے تو سوچا کرو کہ جس نے یہ صورت بنائی ہے وہ کیسا حسین و جمیل ہوگا۔ اسی کا کیوں نہ عاشق ہوں۔ پس اسی کے احسانات اور جمال کا بیان کرو اور سنا کرو۔

۸- رضا...... دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم پر اعتراض نہ کرنا۔ اہل رضا کیلئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے، 'اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔' اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، 'جو چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے مقرر فرمائی اس پر اس کا راضی رہنا نشان سعادت ہے۔' اور یہ بات محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح بھی سوچا کرو کہ جب ہماری ناراضگی سے کوئی عمدہ نتیجہ نہیں نکلتا تو کیوں ہم اس بلا میں مبتلا ہوں۔ پس اگر اللہ کی نعمتیں میسر نہ آئیں تو غم نہ کھاؤ اور شکایت نہ کرو۔

۹- تامل...... کسی بات کو اس کے تمام پہلو سوچ کر کرنا، بلا سوچے سمجھے نہ کر بیٹھنا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، 'تامل رحمان سے ہے اور جلدی شیطان سے۔' پس تمام کاروبار میں تامل کو نگاہ رکھو ورنہ پچھتانا پڑے گا۔

۱۰- صدق...... قول و فعل، نیت و ارادہ، عہد و عمل اور مقامات دین کے حاصل کرنے میں سچا ہونا کہ جس مقام کو حاصل کرنا چاہے انجام کو پہنچا دے کسر نہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ 'جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں وہ صدیق ہیں' اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، 'صدق نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کو صدیقوں میں لکھ لیتا ہے۔' پس صدق کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس کی کمی کا تدارک کرتے رہو۔ اچھے ارادوں، وعدوں اور عہدوں میں مستقیم رہو اور اپنا ظاہر و باطن یکساں رکھو۔

۱۱- توبہ..... خطا پر ندامت محسوس کرنا اور نہ کرنے کا ارادہ کر کے خدا سے نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواستگار رہنا اور اس سے بچتے رہنا۔ اس سے گناہ نابود ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ 'اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں توبہ کرو تو خالص توبہ کرو۔' حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے، پس اپنے گناہوں کو پر تالتے رہو اور گنتے رہو ان پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کو یاد کرو۔ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی بہت بڑا سمجھو۔ گناہ کے ارادے کے وقت اللہ کو حاضر و ناظر سمجھو اور اس پر اصرار کرنے سے باز رہو۔ اسی کو عفت کہتے ہیں۔

۱۲- حیا..... بدی کے ارادے کے وقت خدا سے ڈرنا یا لوگوں میں خلاف ادب بات نہ کرنا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، 'حیا ایمان کی شاخ ہے۔' پس بے حیاؤں سے دور رہو، مخلوق میں خلاف ادب بات نہ کہو کہ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ تمام اعضاء کو برے افعال سے باز رکھو کہ اس کو حفاظت کہتے ہیں۔

حیاء سے بڑی بڑی عمدہ صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور بری صفات جاتی رہتی ہیں کیونکہ اس میں بری صفت اختیار کرتے وقت یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا دیکھتا اور سنتا ہے، ہم اس کو کیونکر کریں۔ اور وہ صفت اختیار کرتے وقت جو مخلوق کے ساتھ متعلق ہے۔ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں خدا کو یہ امر ناگوار نہ ہو اور وہ ہم سے یہ معاملہ نہ کر بیٹھے پھر تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ حیا سے باقی اخلاق حسنہ بھی حاصل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عدالت، سخاوت، امانت، شجاعت، احسان، عفو، حلم، خلق، تواضع، ادائے حقوق وغیرہ وغیرہ۔

پہلی فصل

زبان سے متعلق آداب

۱ ......ایسے کلمے نہ کہو جس سے آدمی کافر ہو جائے یا خوفِ کفر ہو یا برائی نکلے یا جس میں نہ دینی فائدہ ہو اور نہ دُنیوی۔

۲ ......جھوٹ نہ بولو کہ یہ حرام ہے ہاں رفع فساد کیلئے جائز ہے۔

۳ ......گول مول بات نہ کہو۔

٤ ......چغل خوری نہ کرو یہ بھی حرام ہے ہاں حاکم کے سامنے ظالم کی اسلئے چغل خوری کرنا کہ لوگ اسکے شر سے محفوظ رہیں جائز ہے۔

۵ ......کسی کو ذلیل جان کر مذاق نہ اُڑاؤ۔ ایسا مذاق جس میں جھوٹ وغیرہ نہ ہو خوش طبعی کیلئے جائز ہے۔

٦ ......غصہ کی حالت میں مقدمہ فیصل نہ کرو۔

۷ ......اپنے بادشاہ کی اہانت نہ کرو۔

۸ ......حق بات کہنے میں حکام سے نہ دبو۔

۹ ......کسی مسلمان پر لعنت نہ کرو، اگر وہ مستحق لعنت نہ ہوگا تو یہ لعنت تم پر لوٹے گی۔

۱۰ ......کسی کو گالی نہ دو، گناہِ کبیرہ ہے۔

۱۱ ......بغیر ضرورت حیاء کی باتیں کھول کر نہ بیان کرو۔

۱۲ ......کسی کو طعنہ نہ دو ورنہ تم بے عزت اور مطعون ہو کر مرو گے۔

۱۳ ......نوحہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

١٤ ......کسی کو ہرانے کیلئے بحث نہ کرو۔

۱۵ ......بیہودہ غزلیں نہ گاؤ۔

١٦ ......بری باتوں میں مشغول نہ ہو اور نہ سوچو۔

۱۷ ......بغیر حاجت سوال کرنا حرام ہے اور بہت ہی ضرورت ہو تو نیک اور سخی آدمی سے مانگو۔

۱۸ ......باطن کے خلاف ظاہر میں کلام نہ کرو۔

۱۹ ......ناحق بات پر کسی کی سفارش نہ کرو۔

۲۰ ......اچھی بات بتلاؤ اور اگر طاقت ہو تو بری بات سے روکو۔

۲۱......سخت کلامی نہ کرو، ہاں اگر دوسرا سخت کلامی سے پیش آئے تو تم بھی اسی قدر کر سکتے ہو۔

۲۲......کسی کے عیب پوچھ کر یا چھپ کر تلاش کرنا بری بات ہے۔

۲۳......نماز میں، اذان واقامت میں، خطبہ میں اور صبح صادق سے آفتاب نکلنے تک دنیا کا کلام نہ کرو۔

۲٤......پیشاب، پاخانہ، حالتِ جماع یا حالتِ غسل میں کلام اور سلام نہ کرو۔

۲۵......اپنے کو یا دوسرے کو بددعا نہ دو، مگر ظالم کو اس کے ظلم کے مطابق بددعا دی جاسکتی ہے۔

۲٦......کسی کو برا نام لے کر نہ پکارو بلکہ اگر برا نام ہو تو اس کو پلٹ ڈالو۔

۲۷......کافر ظالم کے واسطے بھلائی کی دعا نہ مانگو البتہ ہدایت کی دعا دُرست ہے۔

۲۸......کسی کو خوشامد کرنا اور حد سے زیادہ تعریف کرنا بری بات ہے۔

۲۹......جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ۔

۳۰......امانت یا وصیت یا کسی عہدے کو خود طلب نہ کرو۔

۳۱......خطاوار کا عذر رد نہ کرو۔

۳۲......گناہ ہوجائے تو گاتے مت پھرو چھپاؤ۔

۳۳......اپنی رائے سے کلام مجید کے معنی نہ کرو، حرام ہیں اگرچہ صحیح کیوں نہ ہوں۔

۳٤......ناحق کسی کو نہ ڈراؤ۔

۳۵......بہت نہ ہنسو۔

۳٦......کسی کی بات کاٹ کر بیچ میں نہ بول اُٹھو۔

۳۷......کانا پھوسی نہ کرو۔

۳۸......بیگانی عورت سے کلام نہ کرو بلکہ سلام بھی نہ کرو۔

۳۹......کافر کو سلام نہ کرو اگر وہ کرے تو جواب میں یهدیك الله میں کہو۔

٤۰......بری بات کی راہ نہ بتاؤ۔

٤۱......برے کام کی اجازت دینا گویا خود کرنا ہے۔

٤۲......علم دین سیکھو اور سکھاؤ۔

٤۳......سلام اور چھینکوں کا جواب دو۔

٤٤......اللہ کا نام لیکر یا سن کر تعالیٰ شانہ کہو۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نام لیکر یا سن کر دُرود پڑھو، کم سے کم صلی اللہ علیہ وسلم کہو۔

٤۵......ماں باپ اور صلہ رحموں سے بولنا ترک نہ کرو۔

٤٦......نہایت حاجت کے وقت اپنا مال ضرور ظاہر کرو۔

٤۷......سچی گواہی دو۔

دوسری فصل — کان سے متعلق آداب

۱ ......زبان سے جن باتوں کا نکالنا منع ہے حتی الامکان ان کو نہ سنو۔

۲ ......قاضی، مدعی اور مظلوم کی اور مفتی، مستفتی کی باتیں سنیں اور عمل کریں یا حکم وغیرہ لگائیں۔ اسی طرح بیوی خاوند کی، غلام آقا کی، امیر سائل کی اور چھوٹے بزرگوں کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں۔

۳......کسی کی غیبت نہ سنو بلکہ اس کی طرف سے غیبت کرنے والے کو جواب دو۔

تیسری فصل — آنکھ سے متعلق آداب

۱ ......اپنی اور اپنی عورت کے سوائے کسی بالغ مرد و عورت کی ستر نہ دیکھو، حرام ہے۔ مرد کی ستر ناف سے زانو تک ہے اور آزاد عورت کا چہرہ، پہنچوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پیروں کے سوا تمام بدن ستر ہے۔ البتہ سخت ضرورت ستر دیکھنے کو جائز کر دیتی ہے۔ آج کل اس کی احتیاط نہیں خاص کر شادی کے موقعوں پر۔

۲......اپنے سے زیادہ متمول شخص کو حسرت سے نہ دیکھو، ہاں اپنے سے کم کو شکریہ کیلئے اور اپنے سے زائد کو عجب و تکبر کو دفع کرنے کیلئے دیکھنا اچھی بات ہے۔

۳...... کسی کو چھپ کر سوراخ وغیرہ سے نہ دیکھو، حرام ہے۔ اکثر عورتیں دولہا دُلہن کی باتیں معلوم کرنے کیلئے دیکھتی ہیں نہایت بے حیائی ہے۔ ایسی صورت میں اگر سوراخ سے دیکھنے والے کی کوئی آنکھ پھوڑ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

٤......کسی میں عیب دیکھو تو نرمی سے آگاہ کر دو، تاکہ وہ رُسوائی سے بچے۔

ہاتھ سے متعلق آداب

۱ ...... کسی جاندار کو قتل کرنا اور مارنا گناہِ کبیرہ ہے۔ ہاں ان جانداروں کو مارنا جائز ہے جو ایذاء دیتے ہیں مگر انکو بھی جلا کر یا سسکا کر مارنا دُرست نہیں۔ چیونٹی اگر نہ کاٹے تو اس کو مارنا درست نہیں۔

۲ ......خودکشی کرنا حرام ہے۔

۳ ......کسی کو ناحق نہ مارو اور منہ پر تو تقصیر کے باوجود نہ مارو۔

٤ ......چوری کرنا حرام ہے اگر چہ کوڑیوں کی کیوں نہ ہو۔

٥ ......زبردستی کسی کی چیز نہ چھینو۔

٦ ......غنی صدقہ کا مال نہ لے۔

۷ ......ایسے شخص سے کچھ نہ لو جو چیز کا پوری طرح مالک نہیں۔

۸ ......کسی کی چیز نہ چھپاؤ اگر چہ ہنسی سے کیوں نہ ہو۔

۹ ......جس مال کو فقراء پر تقسیم کرنے کیلئے دِیا ہوُا اس میں سے نہ لو۔ ہاں اگر مالک نے اجازت دی ہو تو دُرست ہے۔

۱۰ ......مسجد میں کسی کو نہ مارو۔

۱۱ ......کچھ دے کر واپس نہ لو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسا شخص کتا ہے جو قے کر کے چاٹتا ہے۔

۱۲ ......اگر مقدرت کے باوجود خاوند اپنی عورت کو تنگ رکھے تو وہ عورت خاوند کے مال سے بقدر ضرورت (چھپ کر) لے سکتی ہے نہیں تو چوری میں داخل ہے۔

۱۳ ......اگر فن طبابت نہیں آتا تو طبابت نہ کرو۔

۱٤ ......کنکریاں نہ اُچھالو۔

۱٥ ......خدا کے واسطے بھی کسی سے لو تو دل دُکھا کر نہ لو، یہ حلال نہیں۔

۱٦ ......حرام چیز نہ خریدو نہ لو اگر چہ دورے کے واسطے لی ہو۔ ہاں ضائع کرنے کے واسطے جائز ہے۔

۱۷ ......جاندار کی تصویر نہ بناؤ۔

۱۸ ......جس کا دیکھنا حرام یا مکروہ ہے اس کو ہاتھ نہ لگاؤ۔

۱۹ ......کسی کا مال ضائع نہ کرؤ اس کی سخت جواب دہی ہوگی۔

۲۰ ......بغیر اجازت کسی کا مال نہ برتو۔

۲۱......کسی کے دینے میں رِیا نہ کرو۔

۲۲......اوّل تو قرض لینے سے بچو اور اگر ضرورتاً لے لو تو جلد اُتارنے کی فکر کرو۔

۲۳......قرض دار کو قرض خواہ سے نہ چھٹاؤ، البتہ اگر اس کا قرض ادا کردو تو نہایت ثواب ہے، قیامت کے دن کام آئے گا۔

۲٤......قرض خواہ کے دینے کیلئے اگر کچھ ہو تو دوسرے وقت پر نہ ٹالو۔

۲۵......دھار والی شئے سے کسی کی طرف اِشارہ نہ کرو۔

۲٦......اپنی جان و مال اور آبرو بچانے کیلئے لڑو۔

۲۷......کسی کی طرف کھلا ہوا چاقو نہ پھینکو۔

۲۸......جانوروں کے بچوں کو گھونسلے سے نکال کر نہ لاؤ۔

۲۹......کبوتر اُڑانا، جانوروں کو لڑانا، ایسے کھیل کھیلنا جو خدا کی یاد سے محروم کردیں سب حرام ہیں۔

۳۰......ایسی باتیں نہ کہو جو حرام ہیں۔

۳۱......ناپاک آدمی کو دین کی کتابیں چھونا اور لکھنا درست نہیں اور قرآن پاک چھونا اور لکھنا تو حرام ہے۔

۳۲......ایک مشت سے کم داڑھی ہو تو نہ کترواؤ اور مونچھیں نہ بڑھاؤ۔

۳۳......قبر کے اوپر سے ہری گھاس وغیرہ نہ اُکھاڑو۔

۳٤......طاقت ہوتے ہوئے مظلوم کو ظالم سے نہ چھڑانا بہت ظلم ہے۔

۳۵......ناخن کترواؤ اس سے نیستی ہوتی ہے۔

۳٦......قدرت کے وقت خلافِ شرع باتوں کو ہاتھ سے مٹادو، ورنہ دل سے برا سمجھو۔

۳۷......دست کاری کسب معاش کا بہترین ذریعہ ہے اور دھوکا دہی نہ ہو تو پھر تجارت ہے۔

۳۸......سودا جھکتا ہوا تولہ۔

۳۹......جھوٹے تعویذ گنڈوں کا نذرانہ لینا حرام ہے مگر سچے تعویذوں کا نذرانہ لینا جائز ہے۔

٤۰......بغیر حرص کے اگر کوئی چیز مل جائے تو اس کو قبول کرلو رَد نہ کرو۔

۴۱......مفت خور نہ بنو۔ وہ حوصلہ پیدا کرو کہ تمہاری وجہ سے غریب لوگ، بیوہ اور یتیم اپنا پیٹ پالیں۔

۴۲......علماء کرام کی مدد کو واجب سمجھو کہ انہوں نے تمہاری خدمت کیلئے اسباب معیشت ترک کر رکھے ہیں۔

۴۳......وہ پیشہ اختیار نہ کرو جس میں نجاست کو ہاتھ لگانا پڑے۔

۴۴......ایسی چیز نہ بناؤ جو گناہ کا آلہ بنے۔

۴۵......جس طریقہ پر اچھی بسر ہو رہی ہے، لالچ سے اس کو نہ چھوڑو۔

۴۶......خرید و فروخت میں نرمی اختیار کرو۔ جھوٹ نہ بولو اور خیرات بھی کرتے رہو۔

۴۷......اگر تمہارے پاس سائل کو دینے کیلئے ہو تو ٹالو نہیں۔

۴۸......یہ خیال کر کے کبھی بکریاں بھی چرالو کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۴۹......باہم لین دین جاری رکھو، محبت بڑھے گی۔

۵۰......مزدور کو پوری پوری مزدوری دینے میں جلدی کرو۔

۵۱......ہمسایہ کو جس چیز کی ضرورت ہے دے دیا کرو، بڑا ثواب ہے۔

۵۲......بیویوں اور اولاد کو برابر کا حصہ دیا کرو۔

۵۳......نیا پھل جب ہاتھ میں پہنچے، آنکھوں سے لگاؤ اور اللہ کا شکر کرو۔

۵۴......رات کو دروازہ بند کر دو۔

۵۵......چراغ یا آگ گل کر دو، برتن ڈھک کر رکھو۔

۵۶......کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس کھلی نہ لے جاؤ۔

پانچویں فصل　پیٹ سے متعلق آداب

۱......حرام یا مکروہ یا ایسی چیز نہ کھاؤ جو نقصان پہنچائے۔ اسی میں وہ مال بھی داخل ہے جس میں کسی کی حق تلفی کی گئی ہو۔

۲...... پیٹ سے زیادہ نہ کھاؤ اگر چہ پیٹ بھر کر کھانا مباح ہے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ کم کھاؤ اس میں بہت فائدے ہیں جن کا بیان کرنا مشکل ہے مگر اس قدر کم بھی نہ کھاؤ کہ صحت بگڑ جائے۔ اس نیت سے زیادہ کھانا کہ نیک کام کیلئے طاقت ملے گی یا مہمان کی دلداری ہوگی تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے ورنہ بسیار خوری میں بہت برائیاں ہیں جو بیان میں نہیں آسکتیں۔

۳......لوگوں کے سامنے بازار میں، مقبرے میں یا جنازے کے پاس نہ کھاؤ کہ مکروہ ہے۔

٤...... برادری کے امیر لوگ وہ کھانا نہ کھائیں جو میت کیلئے پکایا گیا ہو۔

۵......چاندی سونے کے برتن نہ برتو۔

٦......جس مجلس میں خلافِ شرع کوئی بات ہو وہاں کھانا نہ کھاؤ۔

۷......کھانے کے اوّل بسم اللہ پڑھو اگر بھول جاؤ تو بسم اللہ اولہ واخرہ پڑھو۔

۸...... بائیں ہاتھ سے بے ضرورت نہ کھاؤ، اپنے آگے سے کھاؤ، کفار کے طریقے پر نہ کھاؤ۔

۹......اس طرح پر نہ کھاؤ کہ روٹی کی اہانت ہو، اسکے بھورے گریں یا اس سے چمچہ وغیرہ پوچھا جائے۔

۱۰......کوئی چیز ایک سانس میں نہ پیو، بلکہ تین سانس میں ٹھہر ٹھہر کر پیو اور سانس کے اوّل بسم اللہ اور آخر الحمد للہ پڑھو۔

۱۱......گرم گرم کھانا اور بھاپ لینا بہتر نہیں۔

۱۲......اگر چند آدمیوں کو کچھ بانٹو تو داہنی طرف والوں کا پہلے حق ہے ان کے بغیر اجازت بائیں طرف نہ بانٹو۔

۱۳......کھانے میں مکھی گر پڑے تو ڈبو کر نکال دو۔

۱٤......کھانے میں تمام اُنگلیاں نہ بھرو بلکہ جس میں تمام انگلیاں لگانی پڑیں اس کو بھی تین انگلیوں سے کھاؤ اور کھا چکنے کے بعد برتن بھی صاف کر دو اس سے برکت ہوگی۔

۱۵......اپنے آگے اتنا کھانا نہ ڈالو جو پورا نہ کھا سکو۔ ہاں مصلحتاً درست ہے۔

۱٦......لقمہ گر جائے تو اس کو اُٹھا کر نہ کھانا اور پھینک دینا بری بات ہے بلکہ صاف کر کے کھالو۔

۱۷......تکیہ لگا کر یا اس طرح جس سے تکبر معلوم ہو نہ کھاؤ۔

۱۸......اگر تھوڑی سی چیز بھی ہو تو بانٹ کر کھاؤ۔

۱۹......یہ بہت بری بات ہے کہ تم سیر ہو کر کھاؤ اور تمہارا کوئی عزیز یا ہمسایہ بھوکا رہے۔

۲۰......جس طرح اور لوگ کھائیں تم بھی کھاؤ، زیادہ زیادہ نہ کھاؤ۔

۲۱......بدبودار چیز نہ کھاؤ اور کھا کر مجلس میں جانا تو بہت ہی بری بات ہے کہ اسکی وجہ سے لوگ تکلیف میں مبتلا ہوں جیسے لہسن پیاز وغیرہ اس کی بہت ممانعت ہے۔ اسی پر حقہ وغیرہ کو قیاس کیا جائے۔

۲۲......ناپ تول کر پکاؤ، اندھا دھند نہ پکاؤ، اس میں برکت ہے مگر بچے ہوئے کو نہ ناپو۔

۲۳......تین روز تک مہمان کی خاطر کرو۔ ایک وقت ذرا تکلف سے کھلا دیا کرو اور رُخصت کرتے وقت دروازے تک پہنچاؤ۔

۲٤......اگر ساتھی نہ کھا چکے ہوں تو تم ان کا ساتھ نبھاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھوکے رہ جائیں۔

۲۵......پہلے دستر خوان اُٹھاؤ پھر خود اُٹھو۔

۲٦......کھانا مل کر کھاؤ، اس میں برکت ہوگی۔

۲۷......ایسے برتن سے پانی نہ پیو جس سے دفعۃً زیادہ پانی آنے کا امکان ہو اور نہ ایسی جگہ سے پانی پیو جہاں سانپ بچھو وغیرہ آنے کا اندیشہ ہو۔

۲۸......بلا ضرورت کھڑے ہو کر پانی نہ پیو، ہاں سبیل پر یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا درست ہے۔

۲۹......جس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہو اس کی ٹوٹی ہوئی سمت سے نہ پیو۔

ستر سے متعلق آداب

۱......اپنی عورت سے حالتِ حیض ونفاس میں جماع نہ کرو، حرام ہے۔

۲......بغیر ضرورت اپنی ستر نہ دکھاؤ، بلکہ ویسے بھی برہنہ نہ ہو، خدا اور فرشتوں سے شرم کرو۔

۳......عورت' عورت سے شہوت نہ کرے۔

٤......حاجتِ ضروریہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کرو، اگر آڑ نہ ہو تو چاند سورج کی طرف بھی منہ نہ کرو، مکروہ ہے۔

٥......ایسی چیزوں سے استنجاء نہ کرو جو تعظیم والی، قیمتی یا ضرررساں ہوں۔

٦...... راستہ میں، سایہ میں جہاں لوگ ٹھہرتے ہوں، کھڑے ہوکر، پانی میں، سوراخ میں، غسل خانے میں، بے پردہ جگہ، اس جگہ جہاں سے چھینٹیں آئیں یا پیشاب اپنی طرف آئے' ان تمام مقامات پر حاجتِ ضروریہ سے فارغ نہ ہو، مکروہ ہے۔

۷...... بیت الخلاء جاتے وقت وہ انگوٹھی اُتار دو جس پر اللہ ورسول کا نام کندہ ہو۔

۸......حاجتِ ضروریہ سے فراغت کیلئے اس وقت ستر کھولو جب زمین کے قریب ہو جاؤ۔

۹...... پہلے ڈھیلوں سے استنجاء کرو پھر پانی سے اور اوّل وآخر بسم اللہ پڑھو۔ اس میں دوسرے فوائد کے علاوہ بہت سے طبی فائدے بھی ہیں۔

۱۰...... بیت الخلاء جاتے وقت بایاں قدم رکھو اور یہ دعا پڑھو اللھم انی اعوذ بك من الخبث والخبائث اور نکلتے وقت پہلے دایاں قدم نکالو اور یہ دعا پڑھو الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی و عافانی ۔

۱۱......اگر حاجت ہو اور استطاعت ہو تو نکاح کرو، ورنہ روزہ رکھ کر شہوت پر قابو پاؤ۔

۱۲......اگر کسی غیر مرد وعورت میں عشق پیدا ہو جائے تو ان کا آپس میں نکاح کردو۔

۱۳......تنہائی میں غیر عورت کے پاس نہ بیٹھو زہر قاتل ہے۔ آج کل پیر اور رشتہ دار اس کی احتیاط نہیں رکھتے۔

۱٤......میاں بیوی کو چاہئے کہ خلوت کے معاملات دوست واحباب سے نہ کہیں، سخت بے حیائی ہے۔

۱٥......محض قرائن سے بیوی کو بدکار خیال نہ کرو۔

۱٦......نکاح کرتے وقت عورت ومرد کی دینداری کا زیادہ خیال رکھا جائے۔

۱۷......بلا اشد ضرورت طلاق نہ دو۔

۱۸......اگر کوئی تم سے نکاح کے سلسلے میں مشورہ کرے تو صحیح بتادو اگرچہ عیب ہی بیان کرنا پڑے۔

۱۹......مباشرت میں حیوانوں کی طرف نہیں بلکہ انسانوں کی طرح مشغول ہو۔

پاؤں سے متعلق آداب

۱......گناہ کی مجلس میں شریک نہ ہو۔

۲......وَبا سے نہ بھاگو اور جہاں ہلاک ہونے کا خوف ہو وہاں نہ جاؤ۔

۳...... جہاد کیلئے جاؤ تو والدین سے اجازت لینا ضروری ہے، مگر جب جہاد فرض عین ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔

٤...... جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ چلنے کی عام اجازت ہے غیر شخص کی مملوکہ زمین پر نہ چلو۔

۵......بغیر بلائے دعوت میں نہ جاؤ۔

٦...... دین کی کتابوں کی طرف پیر نہ پھیلاؤ، اگر سہواً پھیلائیں تو خیر' ورنہ اہانۃ پھیلائیں تو کافر ہو جاؤ گے۔

۷......اغلہ کی قسم میں سے کسی چیز کی اہانت نہ کرو اور اس پر پاؤں نہ رکھو۔

۸......پیر سے کسی کو نہ مارو، خاص کر حیوان کو ایذاء دینے سے بچو۔

۹......ظالم امیروں کے پاس نہ جاؤ۔

۱۰ ...... اچھے مقامات پر جاتے وقت دایاں پیر رکھو اور نکلتے وقت بایاں پیر نکالو، جیسے مسجد اور گھر وغیرہ اور برے مقامات پر اس کے برعکس کرو۔

۱۱ ......سفر سے واپس ہو تو پہلے میں مسجد میں دوگانہ ادا کرو پھر گھر میں داخل ہو۔

۱۲ ...... جہاد میں دوگنے کفار سے نہ بھاگو، گناہِ کبیرہ ہے، ہاں اگر سامان نہ ہو اور کفار کے پاس سامان ہو تو پیچھے ہٹ جانے میں مضائقہ نہیں۔

۱۳ ......ادائے فرض اور سنن وغیرہ کیلئے گھر سے باہر نکلو' گھر میں نہ بیٹھے رہو۔

۱٤ ...... جہاں رِیا اور خلافِ شرع باتیں نہ ہوں وہاں دعوت میں جاؤ مسنون ہے اگر جانے کے بعد کوئی خلافِ شرع بات معلوم ہو تو اگر صدرِ مجلس ہو تو لوٹ آؤ تا کہ لوگ سنداً تمہاری شرکت کا ذکر نہ کریں اور ممکن ہے کہ عدمِ شرکت سے لوگوں کو عبرت ہو اور باز آجائیں۔

۱۵ ...... مریض کی عیادت اور نمازِ جنازہ کیلئے قدرت ہوتے ہوئے نصیحت کیلئے اور مظلوم محتاج کی مدد کیلئے جانا ضروری ہے اگر کوئی نہلانے والا نہ ہو تو میت کے غسل کیلئے اور جن عزیزوں کی خدمت تمہارے ذِمے ہے ان کیلئے بھی جانا ضروری ہے۔

۱٦ ......تنہا سفر نہ کرو، کوئی رفیق ساتھ لو۔

۱۷ ......قافلے سے علیحدہ نہ ہو۔

۱۸ ......قافلے میں کسی کو پیشوا بنالو۔

۱۹ ......اگر ٹھہرنے کا وقت آجائے تو سواری سے اُتر جاؤ، خواہ مخواہ جانور کو تکلیف نہ دو۔

۲۰ ...... ہر بات میں بے زبان جانوروں کے آرام کا پورا پورا خیال رکھو۔

۲۱ ......بن ٹھن کر اور اکڑ کر نہ چلو۔

۲۲ ......عورت اگر ضرورتاً بازار نکلے تو کنارے کنارے چلے۔

پوشش و زینت سے متعلق آداب

۱......نیا کپڑا پہن کر خدا کا شکر ادا کرو۔

۲......لباس داہنی طرف سے پہنو۔

۳......لباس کو وضع کے خلاف نہ پہنو۔ ٹخنوں سے نیچے نہ پہنو اور نہ اس طرح پہنو کہ ستر کھلے۔

٤......ریشمی کپڑا نہ پہنو لیکن اگر تانا ریشم کا اور بانا سوت کا ہو تو جائز ہے۔ (یہ احکام مردوں کیلئے ہیں)۔

٥......ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں سے بدن نظر آئے۔

٦......عورت اور مرد ایک دوسرے کے لباس میں مشابہت نہ رکھیں۔ غیر قوموں کا لباس بھی اختیار نہ کیا جائے (کہ اس سے قوم کی تمدنی وحدت باقی رہتی ہے۔)

۷......عورت ایسا زیور استعمال نہ کرے جو بجتا ہو۔

۸......مرد کیلئے زینت کی صرف اتنی اجازت ہے کہ وہ چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے (یہ اس لئے کہ وہ عیش پسندی کی وجہ سے جوہر مردانگی سے عاری نہ ہو جائے۔)

۹......جوتا پہننے میں اگر ہاتھ سے کام لینا پڑے تو بیٹھ کر پہنو۔

۱۰......سرخ رنگ کا شوخ کپڑا مرد کیلئے جائز نہیں۔

۱۱...... مائیوں کے دِنوں میں زرد کپڑے پہننے اور سوگ کے ایام میں سیاہ کپڑے پہننے جائز نہیں۔ ویسے عام دنوں میں سیاہ کپڑا پہننا مستحب ہے اور سبز رنگ بھی عمدہ ہے (یہ پابندی اس لئے ہے کہ انسان قیدِ رسوم سے بالاتر ہو کر حق تعالیٰ سے اپنا رابطہ قائم رکھے اور اتباعِ سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبہ محمود پیدا کرے۔)

۱۲......اگر سر یا داڑھی میں بال ہوں تو سنوارتے رہو، پھوڑ نہ بنو (کہ شریعت کا مقصود حقیقی تہذیب سے آشنا کرنا ہے) لیکن عورتوں کی طرح ہمہ وقت بناؤ سنگھار میں مصروف نہ رہو۔

۱۳......سیاہ خضاب لگانا دُرست نہیں البتہ مہندی لگانا درست ہے۔

۱٤......داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُنسیت ومحبت کا تقاضا ہے کہ آپ جیسی صورت بنائی جائے نہ آپ کے دشمنوں جیسی۔)

۱۵......سوتے وقت سرمہ کی تین تین سلائیاں آنکھوں میں لگاؤ۔

۱٦......ناک صاف رکھو۔

۱۷......سفید بال نوچ کر نہ نکالو۔

۱۸......سر کے بالوں میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی تقاضائے تعلق ہے یا تو پورے سر کے بال منڈواؤ یا پورے رکھو۔

۱۹......نہاتے رہو خاص کر جمعہ کو ضرور نہاؤ کہ سنت ہے۔

۲۰......عورتیں ہاتھوں کو سفید نہ رکھیں، مہندی لگاتی رہیں، ناخنوں کو ہرگز سفید نہ رکھیں۔

۲۱......گھر کو بھی بنا سنوار کر رکھو (کہ تمدن اسلامی کا یہی تقاضا ہے۔)

۲۲......دروازے کے آگے کوڑا نہ ڈالو۔

۲۳......خوشبو کا ضرور استعمال رکھو۔

نویں فصل — باھمی ملاقات اور مجلس سے متعلق آداب

۱ ...... جب تم کسی سے ملنے جاؤ تو سلام کرنے میں پہل کرو۔ ویسے چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ کم عمر والا زیادہ عمر والے کو سلام کرے اور سوار پیادے کو سلام کرے۔

۲ ...... سلام فرض کفایہ ہے، دوسرے باہمی سلام علیک سے محبت بڑھتی ہے۔ پس جان پہچان ہو یا نہ ہو ہر مسلمان کو سلام کرو۔ ہاں جھک کر سلام کرنا درست نہیں۔

۳ ...... کسی مکان میں جاؤ تو پہلے پکار کر اجازت لے لو، اگر صاحبِ خانہ پوچھے کون؟ تو اپنا نام بتلا دو۔

٤ ...... جب صاحبِ خانہ باہر آئے تو خندہ پیشانی سے ملو اور مصافحہ و معانقہ کرو، اس حسن عمل سے گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور اگر تمہارے پاس کوئی بزرگ آئے تو تم بھی عمدہ طریقہ پر ملو بلکہ تعظیم کیلئے کھڑے ہوجاؤ، بد مزاجی نہ دِکھاؤ۔

۵ ...... مجلس میں جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جاؤ، تکبر سے عمدہ جگہ نہ بیٹھو، ہاں اگر صاحبِ خانہ اصرار کرے تو مضائقہ نہیں۔

٦ ...... مجلس میں لانگتے پھلانگتے آگے نہ جاؤ، ہاں اگر پیچھے جگہ نہ رہے اور آگے جگہ ہو تو مجبوری ہے۔

۷ ...... کسی کو اُٹھا کر اسکی جگہ نہ بیٹھو لیکن بہتر ہے کہ جانے والا اپنی جگہ رومال وغیرہ ڈال جائے (تا کہ اسکی نشانی رہے اور دوسرا نہ بیٹھے)

۸ ...... ایسی بات نہ کرو جس سے حاضرین میں سے کسی کو تکلیف ہو، اسی طرح سگریٹ وغیرہ حاضرین پر گراں ہو تو اس کا استعمال ترک کر دینا مناسب ہے۔ ویسے اس کا پینا مضرِ صحت بھی ہے اور خلافِ شریعت بھی۔

۹ ...... بغیر اجازت دو شخصوں کے درمیان نہ بیٹھو۔

۱۰ ...... خوش طبعی اور مذاق مسنون ہے لیکن اس میں جھوٹ نہ بولو اور ایسا مذاق بھی نہ کرو جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو۔

۱۱ ...... اگر کوئی مسلمان تمہارے پاس آ کر بیٹھے تو اپنی جگہ سے ذرا ہٹ جاؤ، اس میں آنے والے کا اکرام ہے جو زیادہ محبت کا باعث ہوسکتا ہے۔

۱۲ ...... نہ اپنی پشت کسی کی طرف کرو اور نہ کسی کی پشت کی طرف بیٹھو۔

۱۳ ...... چھینک یا جمائی آئے تو منہ ڈھانک لو۔

١٤ ...... حاضرین سے ہنستے بولتے رہو۔

۱۵ ...... چہار زانو تکبر سے نہ بیٹھو۔

١٦ ...... بے ضرورت لب سڑک نہ بیٹھو اور کسی ضرورت سے بیٹھو تو نا محرم کو نہ دیکھو، کسی چلنے والے کو تکلیف نہ دو، نصیحت کی بات لوگوں کو بتلاؤ، راہ گیروں کی اعانت کرو اور مظلوم کی مدد کرو، یہ تم پر راستہ کے حقوق ہیں۔

۱۷ ...... کچھ دھوپ اور کچھ سیاہ میں نہ بیٹھو۔

دسویں فصل — استراحت سے متعلق آداب

١......ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر اس طرح نہ لیٹو کہ ستر کھلے۔

٢......وضو کر کے سویا کرو۔

٣......سونے سے پہلے آیت الکرسی اور معوذتین پڑھ لیا کرو۔

٤......اگر وحشت ناک خواب نظر آئے تو بائیں طرف تین بار تھتکار کر تین بار اعوذ پڑھو اور کروٹ بدل ڈالو۔

٥......برا خواب عام لوگوں سے ذِکر نہ کرو۔

٦......خواب کی تعبیر لو تو عالم و عاقل سے لو۔

٧......ایسی چھت پر نہ سوؤ جس پر آڑ نہ ہو۔

٨......اوندھے نہ سوؤ۔

حقوق العباد سے متعلق آداب

۱...... ماں باپ یا آقا کو نہ ستاؤ، نہ ایسا کام کرو کہ کوئی ان کو ستائے یا برا کہے' یہ گناہِ کبیرہ ہے، بلکہ ان کی اطاعت وخدمت کو اپنا فرض سمجھو۔

۲...... اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہ کرو۔

۳...... اگر ماں باپ کا انتقال ہو جائے تو ان کے واسطے دعاء واستغفار کرتے رہو اور ان کے ملنے والوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ اگر وہ ناراض بھی مریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو تم سے راضی کر دے گا۔

٤...... جمعہ کو ان کی قبر پر جایا کرو۔

٥...... عزیزوں اور رشتہ داروں سے سلوک کرتے رہو اگر چہ وہ تم سے بری طرح پیش آئیں، اس میں دہرا ثواب ہے۔

٦...... بڑے بھائی اور چچا کا حق مثل باپ کے اور خالہ وغیرہ کا حق مثل ماں کے سمجھو۔

۷...... قطع رحمی یا عزیزوں سے لین دین' گفتگو وغیرہ ترک نہ کرو، گناہِ کبیرہ ہے لیکن اگر ان سے اللہ ورسول کی جناب میں گستاخی ہوئی ہے تو اللہ کے واسطے قطع رحمی جائز ہے۔

۸...... خاوند کی نافرمانی نہ کرو' حرام ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر انسان کو غیر خدا کے آگے سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ خاوند کو سجدہ کرے۔ عورتوں کو خاوندوں کی فرماں برداری کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور ان کو بھی عورتوں کی دلداری میں کسر اٹھا نہ رکھنی چاہئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کھاؤ پہنو تو اسے بھی کھلاؤ پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو اور نہ بدکاری سے پیش آؤ اور نہ علیحدہ سوؤ۔ حضرت فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مردوں پر عورتوں کے چار حقوق ہیں۔ پردے میں رکھے، دین کے احکام ضرور یہ سکھائے، حلال کی کمائی کھلائے، ظلم نہ کرے اور اس کی بے جا باتوں کو برداشت کرے۔ غرض حسن سلوک سے رہے۔

۹...... جس جس کا تم پر حق ہے اس کو ادا کرو' خواہ جانوروں کے حقوق کیوں نہ ہوں' ورنہ خدا کے حضور میں جواب دینا ہوگا۔ ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں وہ ہماری پرورش سے ہاتھ نہ اُٹھالے، سب بھگتی جائے گی مگر اس کا بھگتنا ممکن نہیں۔

۱۰...... ہمسایہ کو ہرگز ہرگز ایذا نہ دو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ایذا کو اپنی ایذا فرمایا ہے۔ پس ہمسایوں کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے، کہیں غفلت سے نامراد نہ ہو جاؤ۔

۱۱...... اولاد کو علم دین سکھاؤ' ان کا تم پر حق ہے، ورنہ تم سے سوال ہوگا۔

۱۲...... ایسی صفت پیدا کرو کہ اگر کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے تو تمہیں قرار نہ آئے۔

۱۳ ...... جس طرح ممکن ہو لوگوں کی حاجت روائی کرو، نہایت ثواب ہے۔

۱٤ ...... مسلمان اسی وقت ہو سکتے ہو جب ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

۱۵ ...... جو اپنے لئے پسند کرو وُہی دوسروں کیلئے پسند کرو کہ اس میں اخوت اسلامی کی ایک نشانی ہے۔

۱٦ ...... مجلس میں اس طرح سرگوشی نہ کرو کہ حاضرین میں سے کسی کو خیال ہو کہ اس کی برائی کر رہے ہو۔

۱۷ ...... بڑوں کی تعظیم کرو اور چھوٹوں سے شفقت مہربانی کے ساتھ پیش آؤ۔ اگر ایسا نہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو اپنے سے جدا فرمایا۔

۱۸ ...... ہر شخص کے رتبے کے موافق اس سے معاملہ کرو۔

۱۹ ...... قوم کے سردار کی تعظیم کرو۔

۲۰ ...... کسی مسلمان سے تین روز سے زیادہ رنجش نہ رکھو۔ ملاقات میں تم پہل کرو گے تو اس میں بڑا ثواب ہے۔

۲۱ ...... اگر کوئی قصور معاف کردے تو تم بھی اس کا قصور معاف کردو۔

۲۲ ...... افراط وتفریط سے بچو، میانہ روی اختیار کرو۔

۲۳ ...... خرچ میں کفایت شعاری مدنظر رکھو۔

۲٤ ...... لوگوں سے کہا سنا' لیا دیا' معاف کرالو، ورنہ قیامت میں بڑی مصیبت ہوگی۔

۱۳ ...... جس طرح ممکن ہو لوگوں کی حاجت روائی کرو، نہایت ثواب ہے۔

۱٤ ...... مسلمان اسی وقت ہو سکتے ہو جب ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

۱۵ ...... جو اپنے لئے پسند کرو وُہی دوسروں کیلئے پسند کرو کہ اس میں اخوت اسلامی کی ایک نشانی ہے۔

۱٦ ...... مجلس میں اس طرح سرگوشی نہ کرو کہ حاضرین میں سے کسی کو خیال ہو کہ اس کی برائی کر رہے ہو۔

۱۷ ...... بڑوں کی تعظیم کرو اور چھوٹوں سے شفقت مہربانی کے ساتھ پیش آؤ۔ اگر ایسا نہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو اپنے سے جدا فرمایا۔

۱۸ ...... ہر شخص کے رتبے کے موافق اس سے معاملہ کرو۔

۱۹ ...... قوم کے سردار کی تعظیم کرو۔

۲۰ ...... کسی مسلمان سے تین روز سے زیادہ رنجش نہ رکھو۔ ملاقات میں تم پہل کرو گے تو اس میں بڑا ثواب ہے۔

۲۱ ...... اگر کوئی قصور معاف کردے تو تم بھی اس کا قصور معاف کردو۔

۲۲ ...... افراط وتفریط سے بچو، میانہ روی اختیار کرو۔

۲۳ ...... خرچ میں کفایت شعاری مدنظر رکھو۔

۲٤ ...... لوگوں سے کہا سنا' لیا دیا' معاف کرالو، ورنہ قیامت میں بڑی مصیبت ہوگی۔

آداب متفرقہ

۱......بغیر ضرورت کتا نہ پالو، رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

۲......عموماً نماز ترک نہ کرو، بڑا گناہ ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے شخص کو قید کرنے کا حکم دیا ہے۔

۳......مسواک سنتِ مؤکدہ ہے، ترک نہ کرو۔

٤......بے عذر روزہ نہ رکھنا بڑا گناہ ہے۔

۵......غنی ہوتے ہوئے قربانی، زکوٰۃ اور حج وغیرہ نہ کرنا بڑا گناہ ہے۔

٦......اپنے معاملات، شریعت کے مطابق رکھو۔

۷......اپنی یا کسی عزیز سے منگنی کرنے کیلئے کسی کی بات نہ چھٹاؤ۔

۸......قرآن کے کسی جز کو یاد کر کے نہ بھلاؤ، بڑا گناہ ہے۔

۹......بے نماز عورت کو نماز کیلئے سخت تنبیہ کرو، ورنہ خدا کے سامنے جوابدہ ہو گے۔

۱۰......جس کاغذ پر اللہ و رسول کا نام لکھا ہوا ہو، اس کا ادب کرو، پڑیہ وغیرہ کیلئے استعمال نہ کرو۔

۱۱......گناہ کے آلات اور تصاویر اپنے گھر میں نہ رکھو۔

۱۲......وحشی جانور نہ پالو۔

نصائح و نکات

۱......رذیلوں کو علم سکھانا جواہر کو کوڑے پر ڈالنا ہے۔

۲......دولت جتنی صَرف کی جائے گی گھٹے گی، علم جتنا صرف کیا جائے گا بڑھے گا۔

۳......تین چیزیں بغیر تین چیزوں کے نہیں بڑھتی۔ (۱) علم بے بحث (۲) مال بے تجارت اور (۳) ملک بے سیاست۔

٤......تعلیم کا زمانہ لڑکپن ہے۔

٥......کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا، دل میں نورِ حکمت پیدا کرتا ہے۔

٦......برا انسان، نیک لوگوں کی تعریف سے اچھا نہیں ہوتا اور نیک انسان، برے لوگوں کی مذمت سے برا نہیں ہوتا۔

۷......دل خدا کا گھر ہے، کسی کا دل دُکھانا بڑا گناہ ہے۔

۸......دانا کو چاہئے کہ خود کو ناداں سمجھے۔

۹......بلا میں صبر اور فراغت میں شکر کرنا چاہئے۔

۱۰......اپنے کام خدا کو سونپنا بہتر ہے۔

۱۱......دوسرے کے عیوب پر نظر نہ ڈالو بلکہ اپنے عیوب پر نگاہ رکھو۔

۱۲......دوستوں کے ساتھ تو مہربانی کرنی چاہئے ہی، دشمنوں کے ساتھ بھی رعایت و مدارات سے پیش آؤ۔

۱۳......کسی کی عزت کے درپے نہ ہو، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

١٤......کسی کے واسطے برائی چاہنا گویا اپنے لئے برائی چاہنا ہے۔

١٥......اگر تم سے کسی کو تکلیف پہنچ جائے تو اس کے بدلہ لینے سے بے خوف نہ رہو اگر چہ وہ تکلیف معمولی سی کیوں نہ ہو۔

١٦......حقوق اللہ کو نگاہ میں رکھو، خدا تمہارے حقوق پر نظر رکھے گا۔

۱۷......درویشی یہ ہے کہ کسی سے طمع نہ کرے، کوئی دے تو انکار نہ کرے اور لے تو جمع نہ کرے۔

۱۸......ہر بات جو اللہ کے ذکر سے خالی ہو لغو ہے، ہر خموشی جو فکر سے خالی ہو سہو ہے اور ہر نظر جو عبرت سے خالی ہو لہو ہے۔

۱۹......وہ شخص بد بخت ہے جو علم نہ پڑھے یا علم پڑھے تو عمل نہ کرے یا عمل کرے تو ریا سے کرے اور نیکوں کی صحبت میں رہے تو نصیحت قبول نہ کرے۔

۲۰......رنج وغم کو ہیچ سمجھو کہ ان کو ثبات نہیں۔

۲۱......اچھا وہ ہے جو عبادتِ الٰہی اور مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے میں آگے آگے رہے اور کسی سے بدسلوکی نہ کرے۔

۲۲......عقلمند وہ ہے جو خدا سے غافل نہ ہو، موت کو نزدیک جانے، اس نیکی کو جو کسی کے ساتھ کی ہو اور اس برائی کو جو کسی نے اس کے ساتھ کی ہو' بھول جائے۔

۲۳......مرد وہ ہے جو بدی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرے، جو علیحدہ ہو اس سے ملے اور جو نا اُمید ہو اس پر احسان کرے۔

۲۴......انسان کا دل توحید کے واسطے، زبان شہادت کیلئے اور باقی اعضاء عبادت کیلئے ہیں۔

۲۵......خدا فاسق کو دشمن رکھتا ہے لیکن بڈھے فاسق کا بہت دشمن ہے۔ بخیل کو دشمن رکھتا ہے مگر مال دار بخیل کا زیادہ دشمن ہے۔ متکبر کو دشمن رکھتا ہے مگر درویش متکبر کا زیادہ دشمن ہے۔ نیکوں سے محبت رکھتا ہے لیکن جوان نیکوں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ جواں مرد کو دوست رکھتا ہے لیکن جواں مرد فقیر زیادہ محبوب ہے۔ تواضع کرنے والوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان تواضع کرنے والوں سے کمال انسیت ہے جو بڑے مرتبے والے ہیں۔

۲۶......کسی کی محبت وعداوت دیکھنی ہو تو اپنے قلب کو دیکھو۔

۲۷......جو دوست کہ دشمن سے مل جائے اس پر راز ظاہر نہ کرو۔

۲۸......دشمن سے بظاہر اچھی طرح ملو۔

۲۹......دشمن سے ایسا معاملہ نہ کرو کہ اگر وہ دوست ہو جائے تو شرمندگی اُٹھانی پڑے۔

۳۰......غرض مند دوست سے بچتے رہو۔

۳۱......دوست' جفا سے دشمن ہو جاتا ہے اور دشمن' احسانات سے دوست۔ پس اگر دشمن کے ساتھ احسان نہ کر سکو تو دوست کیساتھ تو جفا نہ کرو۔

۳۲......دوست کو دوستی سے پہلے آزما لو۔

۳۳......وہ شخص برا ہے جس کو لوگ دشمن رکھیں۔

۳۴......وہ شخص بڑا بے وقوف ہے جو لائق دوست کو کھو دے۔

۳۵......سچا دوست وہ ہے جو دوسروں پر تمہارا عیب ظاہر نہ کرے بلکہ ہنر ظاہر کرے۔ اپنا احسان یاد نہ رکھے اور تمہارا احسان نہ بھولے۔ تمہاری خطا نہ پکڑے بلکہ عذر قبول کرے۔

۳۶...... انسان کی شجاعت کا اندازہ لڑائی میں ہوتا ہے۔ بیوی بچوں کی وفا شعاری کا اندازہ تنگ دستی میں ہوتا ہے اور دوست کی دوستی کا اندازہ مفلسی میں۔

۳۷...... دشمن کا جب کوئی حیلہ نہیں چلتا تو دوستی کے پیرایہ میں ڈنک مارتا ہے۔

۳۸...... جن دوستوں کی ہر وقت ضرورت پڑتی ہے وہ بمنزلہ غذا کے ہیں اور جن کی کبھی کبھی احتیاج ہوتی ہے وہ بمنزلہ دوا کے ہیں۔

۳۹...... تواضع سے دوستی بڑھتی ہے۔ صبر سے مراد حاصل ہوتی ہے اور عدل سے شاہی نصیب ہوتی ہے۔

۴۰...... شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خاموشی سے سلامتی میں اور سخاوت سے بزرگی میں۔

۴۱...... دین کی عافیت پرہیزگاری میں ہے۔ مال کی عافیت ادائے حقوق میں اور جسم کی عافیت اعتدال کیساتھ غذا استعمال کرنے اور جماع کرنے میں ہے۔

۴۲...... بزرگی کی چار علامتیں ہیں: (۱) علم کو دوست رکھنا (۲) بدی کو نیکی سے دفع کرنا (۳) غصہ پی جانا اور (۴) جواب باصواب دینا۔

۴۳...... نادان کی چار علامتیں ہیں: (۱) اپنے سے زیادہ عقل مند سے لڑنا (۲) بغیر آزمائے ہوئے کسی پر اعتبار کرنا (۳) عورتوں کے مکر سے بےخوف ہونا اور (۴) لڑکوں کی صحبت میں رہنا۔

۴۴...... قابل کی تربیت کیجئے اور نالائق کی تربیت سے احتراز کیجئے۔

۴۵...... خدا کی محبت جب پیدا ہوگی جب دنیا کی محبت دل سے نکلے گی۔

۴۶...... عجیب بات ہے کہ دین کو دنیا سے اچھا سمجھیں اور پھر دین کے عوض دنیا خریدیں۔

۴۷...... یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ بندے کے رزق کا ضامن ہے۔

۴۸...... مردوں کا حسن، اخلاق ہے اور زیور، علم۔

۴۹...... (۱) لئیم وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ دوسروں کو دے۔ (۲) بخیل وہ ہے جو خود کھائے دوسروں کو نہ دے۔ (۳) سخی وہ ہے جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی دے اور (۴) کریم وہ ہے جو خود نہ کھائے دوسروں کو دے۔

۵۰...... ترقی مشکل سے ہوتی ہے اور تنزل آسانی ہے۔

۵۱...... اسراف وہ ہے جو خدا کی نافرمانی میں صرف کیا جائے۔

۵۲...... چار باتیں زیادہ کرنا ہلاکت کا باعث ہیں: جماع، شراب، جوا اور شکار۔

۵۳......عیب کو ڈھونڈنا عیب داروں کا شیوہ ہے۔

۵۴......حاسد اور بدخوہ ہمیشہ رنجور رہتا ہے۔

۵۵......اگر ہزار دوست ہوئے تو کم جانو اور اگر ایک دشمن ہو تو بہت سمجھو۔

۵٦......دوست وہ ہیں جو ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔

۵۷......عاقل وہ ہے جو مصیبت آنے سے پہلے اس کی فکر کرلے۔ نیم عاقل وہ ہے جو مصیبتوں سے گھبرا نہ جائے اور اس کے دفع کرنے کی تدبیر کرے اور ناداں وہ ہے جو بلاؤں سے گھبرا جائے اور اس کے دفع کرنے کی تدبیر نہ کر سکے۔

۵۸......ناکامی پر افسوس کرنا نادانوں کا کام ہے۔

۵۹......یہ تین باتیں بہت عمدہ ہیں: (۱) دشمن کو دوست بنانا (۲) ناداں کو داناں بنانا (۳) بدوں کو نصیحت سے نیک بنانا۔ مگر یہ باتیں اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتیں جب تک خدا کی مشیت نہ ہو۔

٦۰......ہمیشہ اپنے دوست کے سامنے اظہار دوستی کرتے رہو، جھکے رہنے میں نجات ہے۔

٦۱......اچھے کام بہت جلد کرو۔

٦۲......آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔

٦۳......خدا سے دارَین کی عافیت کے طلبگار رہو۔

٦٤......اپنی عمر تحصیل علم میں صرف کردو کہ علم فقیر کو امیر کر دیتا ہے اور صراط مستقیم بھی اسی سے دکھائی دیتی ہے۔

٦۵......زندگی خوشی اور کم آزاری کے ساتھ بسر کرو۔

٦٦......جو آخرت میں کام نہ آئے وہ دنیا ہے۔

٦۷......والدین کی خوشنودی میں رضائے الٰہی مضمر ہے۔

٦۸......سب سے اچھی نیکی رِشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا ہے۔

٦۹......اللہ کے نزدیک یہ بہت بری بات ہے کہ تم اپنے بیٹوں کو بددعا دو اور زیردستوں اور مجبوروں پر ظلم کرو۔

۷۰......سب سے اچھا کام نیکوں کی صحبت میں بیٹھ کر کچھ حاصل کرنا ہے۔

۷۱......اپنے کو سب سے بدتر سمجھو، کم آزاری حاصل ہوجائے گی۔

۷۲......نفس کو اس کی مخالفت کر کے مغلوب کرو۔

۷۳......معاملے سے آدمی پہچانا جاتا ہے۔

۷۴......باادب کو ہر ایک دوست رکھتا ہے۔

۷۵......سخاوت تمام عیوب چھپا دیتی ہے۔

۷٦......زندگانی سے اچھی نیک نامی ہے اور یہ نیکوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور موت سے بدتر بدنامی ہے اور یہ بدوں کی صحبت میں ملتی ہے۔

۷۷......سونے سے پہلے تمام اعمال کا محاسبہ کرلو۔

۷۸......فوری نفع پر مائل نہ ہو۔

۷۹......لڑائی جھگڑے میں ضرور نقصان ہے۔

۸۰......جو لوگ معاملے میں ٹھیک نہ ہوں ان کو اپنا شریک کار نہ بناؤ بلکہ قریب بھی نہ پھٹکنے دو۔

۸۱......عام لوگوں کے طعن و تشنیع سے ہمت نہ ہارو۔

۸۲......اپنے اچھے وقت اگر کسی کی مدد نہ کرو گے تو برے وقت کون تمہاری مدد کرے گا۔

۸۳......احسان کا بدلہ احسان ہے۔

۸٤......کسی کی چکنی چپڑی باتوں پر بے سوچے سمجھے اعتماد نہ کرو۔

۸۵......کسی کی اتفاقی خطا سے اس کے تمام عمر کے احسانات فراموش نہ کردو۔

۸٦......جب نوکر ضعیف ہو جائے تو اس کے تمام عمر کے احسانات فراموش نہ کردو۔

۸۷......بعض اوقات نقصان دہ کاموں کو انسان اچھا سمجھتا ہے لیکن ہماری حقیقی بہتری کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

۸۸......دشمن کا مقابلہ کرنے سے پہلے اپنی اور اس کی قوت کو جانچ لو۔

۸۹......اولیاء اللہ اور علماء کرام کی بے ادبی کی تو ایمان سے محروم ہو جاؤ گے۔

۹۰......جس نے گئے گزرے جھگڑوں کو دوبارہ کھڑا کیا' گویا کہ اس نے خود فساد کا آغاز کیا۔

۹۱......دشمن کی ہلاکت سے خوش نہ ہو۔

۹۲......جو کہو اسی کے مطابق کرو۔

۹۳......سب سے اچھا ورثہ نیک نصیحت ہے۔

۹٤......صبر و استقلال سے اکثر کامیاب ہو ہی جاتے ہیں۔

۹۵......کوئی نادانی کا کام سرزد ہو جائے تو خود کو ملامت کرو۔

۹۶......اگر کوئی چیز نہ مل سکے تو خواہ مخواہ اس کو برا نہ سمجھو۔

۹۷......تھوڑی آفت سے بچ کر بڑی آفت میں نہ پھنسو۔

۹۸......عادت جب جڑ پکڑ جاتی ہے تو اس کا تدارک مشکل ہو جاتا ہے۔

۹۹......دوسروں کی مصیبت پر نہ ہنسو۔

۱۰۰......اپنے نفع کیلئے دوسروں کا نقصان نہ چاہو۔

۱۰۱......خواہ مخواہ دوستوں کو دشمن نہ سمجھو۔

۱۰۲......ظالموں کے ساتھ احسان نہ کرو۔

۱۰۳......لڑائی جھگڑوں میں جب تک فریقین کی نہ سن لو اچھا یا برا حکم نہ لگاؤ۔

۱۰۴......تعصب اور کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔

۱۰۵......حسن ظاہری پر فریفتہ نہ ہو۔

۱۰۶......گناہ کے چھپانے کیلئے ایک گناہ اور ہوتا ہے۔

۱۰۷......پہلے اپنی اصلاح کر لو پھر دوسروں کو نصیحت کرو۔

۱۰۸......ایسے سے نہ لڑو جس سے لڑنے کی طاقت نہ ہو۔

۱۰۹......اتفاق عجب شئے ہے۔

۱۱۰......بچوں پر بے جا شفقت نہ کرو۔

۱۱۱......اپنے حوصلے سے زیادہ کام کرنے کی جرأت نہ کرو۔

۱۱۲......خواص کے نزاع سے عوام کو نقصان پہنچتا ہے۔

۱۱۳......اپنے حواس ظاہری سے کام لینا اور عقل کو چھوڑ دینا' نادانی ہے۔

۱۱۴......جس کو دشمنوں کا خطرہ ہو' ہمیشہ ہوشیار رہے۔

الحمدللہ کہ اللہ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس رسالے کو ختم کرایا۔ اب اس سے مخلوق کو نفع پہنچانا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

فالحمد للہ اولا واخرا وظاھرا وباطنا

تمت بالخیر